اے اللہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
قرآنِ مجید اور حساب کا علم عطا فرما۔ (تطہیر الجنان ص ۱۶)

مصنف

محققِ اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

ناشر: مکتبہ برھان القرآن
مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
0321-4298570

بسم الله الرحمن الرحيم

دیدار مصطفیٰ ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْحَبِیْبِ الْعَالِی الْقَدْرِ الْعَظِیْمِ الْجَاہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ

بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص ہر شبِ جُمعہ (جمعہ اور جمعرات کی درمیانی رات) اس درود شریف کو پابندی سے کم از کم ایک مرتبہ پڑھے گا، موت کے وقت سرکارِ مدینہ ﷺ کی زیارت کرے گا اور قبر میں داخل ہوتے وقت بھی یہاں تک کہ وہ دیکھے گا کہ سرکارِ مدینہ ﷺ اُسے قبر میں اپنے رحمت بھرے ہاتھوں سے اُتار رہے ہیں۔ (افضل الصلوٰۃ علی سید السادات)

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ
(تطہیر الجنان ص ۱۶)

اے اللہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
قرآنِ مجید اور حساب کا علم عطا فرما۔

تعارف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنّف
محققِ اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

ناشر: مکتبہ برھان القرآن مرکز الاویس دانا دربار مارکیٹ لاہور
0321-4298570

مکتبۂ قادریہ
دانا دربار مارکیٹ، لاہور 37226193، 0321-7226193

نام کتاب: تعارف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنف: محقق اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

طبع دوم: صفر المظفر 1435ھ بمطابق دسمبر 2013

صفحات: 168

بااہتمام: محمد نعمان رضا

ملنے کے پتے:

دارُالنور: دربار مارکیٹ لاہور۔

مکتبہ غوثیہ: پرانی سبزی منڈی کراچی۔

اسلامک بک کارپوریشن: کمیٹی چوک راولپنڈی۔

مکتبہ فیضان مدینہ: مدینہ ٹاؤن سردار آباد (فیصل آباد)

Find us in UK

UK Branch: Jamia Rasoolia Islamic Center

250 Upper Chorlton Road old Trafford Manchester M160BL

Mob: 077868834

فہرست مضامین

سبب تالیف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

امّا بعد! راقم الحروف قبلْ ازیں حضرت امیر معاویہ کے فضائل و مناقب اور آپ کی ذات پر کیے گئے جملہ اعتراضات وشبہات کے دندان شکن جوابات پر مشتمل دو عدد ضخیم مجلدات بنام "دشمنانِ امیر معاویہؓ کا علمی محاسبہ" لکھ چکا ہے۔ جو چھپ کر بازار میں آ گئی ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب کو از اول تا آخر پڑھنے والا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیے گئے تمام اعتراضات وشبہات کا تفصیلی اور تحقیقی جواب پا کر مطمئن ہو جاتا ہے اس موضوع پر آج تک اس قدر تفصیل و تحقیق کے ساتھ شاید ہی کوئی کتاب تصنیف ہوئی ہو۔

اس کام سے فراغت کے بعد جب اس ناچیز کی ملاقات حضور قبلہ عالم آقائی و مولائی حضرت کیلیانوالہ شریف سے مولانا شیخ بشیر احمد صاحب چمڑا منڈی کے مکان پر ہوئی۔ تو جناب والا نے ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے کاتب وحی اور امین الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں و بے باکیاں دن بدن بڑھتی جارہی ہیں اور بے ادب و گستاخ پہلے سے زیادہ ہوتے جارہے ہیں۔ لہٰذا ان احادیث میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک ایسا مختصر رسالہ لکھا جانا ضروری ہے۔ جس میں سوال و جواب کی طویل و تفصیلی ابحاث کی بجائے مختصر طریقہ سے قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اقوالِ ائمہ اہل بیت سے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

بیان کر دیا جائے، تاکہ مختصر وقت میں اور عام فہم انداز ہوتے ہوئے ہر شخص اس سے مستفید و مستفیض ہو سکے۔ اور ہر سطح کے شخص کو ان کی عظمت شان اور مقام و مرتبہ معلوم ہو جائے۔

آپ کا یہ ارشاد گرامی سن کر میں نے دل میں سوچا کہ ذمہ داریاں اور بھی بہت ہیں۔ دارالعلوم کی نظامت و اہتمام بھی فقیر کے سپرد ہے۔ اور علاوہ ازیں موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل شرح پر بھی کام جاری ہے۔ ان حالات میں شاید میں یہ کام سرانجام نہ دے سکوں۔ یا شروع کروں لیکن پایۂ تکمیل تک پہنچنے میں بہت دیر ہو جائے۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ جب اسی موضوع پر اس سے پہلے تفصیلی و تحقیقی کام کر چکا ہوں جس کے بعد ایسے مختصر رسالہ کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ لہٰذا میں نے قبلہ آقائی کے ارشاد کے جواب میں خاموش رہنا بہتر سمجھا اور چپ سادھ گیا۔ میری خاموشی اور میرا خیال اپنی جگہ لیکن اس کے بعد قبلہ آقائی و ولائی نے ان الفاظ سے مجھے مخاطب فرمایا:

"مولوی صاحب میرے دل نوں سوڑ پے گئی ہے۔ لہٰذا ایس دا لکھنا ضروری ہے۔"

اور ساتھ ہی فرمانے لگے کہ سید یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرس شریف کے موقعہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان اقدس بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حضور ﷺ کو جب بھی مالی مشکلات کا سامنا ہوتا تو فوراً عثمان غنی کو یاد فرماتے اور فرماتے بلاؤ! عثمان کہاں ہے؟ بس وہی معاملہ میرا ہے کہ مجھے جب بھی کوئی دینی مذہبی اور تحقیقی کام کی ضرورت پڑی، تو میں اپنے متعلقین و معتقدین سے کہتا ہوں کہ بلاؤ مولوی محمد علی کہاں ہیں؟ بہر حال آپ نے جب یہ حکم ارشاد فرمایا اور

اس انداز سے فرمایا کہ کوئی راستہ انکار کا باقی نہ سوجھا صرف ایک بہانہ سامنے رکھا کہ حضور میرے گھٹنوں میں تکلیف رہتی ہے۔ جس سے اٹھنے بیٹھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ اگر اس کا کوئی حل ہو جائے تو میرے لیے آپ کے ارشاد کی تکمیل آسان ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا: تمہارے گھٹنے انشاء اللہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ میں دوائی دیتا ہوں۔ لیکن میری دلی خواہش پوری کرو گے تب، کیونکہ میں روحانی طور پر بہت بے چین ہوں۔

سبحان اللہ۔ میں قبلہ آقائی و مولائی قدس سرہ العزیز کے قربان کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت کس وافر مقدار میں عطا فرمائی اور آپ پر اٹھنے والے اعتراضات اور بے ادبیوں سے کس قدر پریشان ہوئے ہیں۔ یہ سعادت جسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اس دور میں بڑے بڑے سجادہ نشین اور علماء بھی اس سے خالی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بھٹک گئے اور بہک گئے۔ میں نے بارہا تجربہ کیا کہ قبلہ حضرت صاحب جب کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس میں لچک نہیں ہوتی۔ اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ جو مجھے سمجھ آئی۔ وہ یہ ہے کہ آپ ازخود ایسا نہیں کرتے بلکہ یہ الہامی احکام ہوتے ہیں۔ اس لیے اس ارشاد کو بھی الہامی حکم سمجھتے ہوئے تیار ہو گیا۔ ساتھ ہی حضور نے فرما دیا۔ مولوی صاحب! یہ رسالہ بھی لکھیں اور موطا امام محمد کی شرح بھی لکھنا نہ چھوڑیں۔ انشاء اللہ دونوں کام ساتھ ساتھ ہوتے چلے جائیں گے۔ خدا شاہد ہے کہ دس دنوں کے قلیل عرصہ میں رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا مسودہ تیار ہو گیا۔ اور آپ کے ارشاد کے مطابق موطا امام محمدؒ کی شرح بھی ساتھ ساتھ لکھی جاتی رہی۔ قبلہ آقائی حضرت صاحب کی یہ زندہ کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ایسی بزرگ ہستیوں کا ہم پر تادیر سایہ قائم

رکھے۔اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفید و مستفیض فرماتا رہے۔ آمین

رسالہ مذکورہ دس فصول پر مرتب کیا گیا ہے۔

فصل اوّل

شیعہ، سُنّی کتب سے "صحابی" کی تعریف

الاصابة فی تمیز الصحابة

و اصح ما وقفت علیه من ذالك ان الصحابی من لقی النبی مومنا به و مات علی الاسلام فیدخل فیمن لقیة من طالت مجالسته له او قصرت و من روی عنه او لم یرو و من غزا معه او لم یغز و من راه رؤیة و لو لم یجالسه و من لم یره لعارض کالعمی۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة جلد اوّل فصل اوّل فی تعریف الصحابی مطبوعہ بیروت ۷ مقدمة الکتاب)

ترجمہ: "صحابی" کی تعریف میں وہ تعریف کہ جس پر میں مطلع ہوا وہ صحیح ترین تعریف ہے۔وہ یہ کہ "صحابی" ہر وہ شخص ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حالت ایمان میں ملاقات کی اور اسلام پر انتقال کیا۔لہٰذا اس تعریف کے پیش نظر وہ شخص بھی صحابی ہے جس کی آپ سے ملاقات ہوئی ہو خواہ آپ کے ساتھ ہم نشینی مختصر میسر ہوئی ہو یا تادیر، خواہ اس نے آپ سے روایت کی ہو یا نہ کی ہو۔خواہ اس نے آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی ہو یا نہ کی ہو۔اور وہ بھی کہ جس نے صرف آپ کی

زیارت کی لیکن ہم نشینی نہ ہو سکی۔ اور وہ بھی کہ جس نے کسی عارضہ کی بنا پر نہ دیکھا ہو جیسا کہ نابینا۔"

مجمع البحرین

(الصحابی) علی ما هو المختار عند جمهور اهل الحديث كل مسلم رآی رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(شیعہ لغۃ مجمع البحرین جلد دوم صفحہ ۹۹، بحث صحب مطبوعہ ایران)

ترجمہ: جمہور اہل حدیث کے ہاں صحابی کی مختار تعریف یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

تبصرہ

اول الذکر کتاب اہل سنت کے عظیم امام علامہ شہاب الدین ابو الافضل احمد بن علی العسقلانی کی تصنیف ہے۔ جن کا سن وفات ۸۵۲ھ ہے۔ انہوں نے صحابی کی تعریف جامع مانع انداز سے فرمائی۔ جس سے کوئی صحابی بھی "صحابی" ہونے سے محروم نہیں رہ سکتا۔ اور موخر الذکر کتاب یعنی مجمع البحرین شیعہ مسلک کے بہت بڑے مجتہد محدث اور عالم شیخ فخر الدین الطریحی کی تصنیف ہے۔ جو ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے صحابی کی تعریف اگرچہ مختصر کی ہے۔ لیکن دونوں حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ صحابی وہ شخص ہے۔ جس نے حالتِ ایمان میں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت کی۔

فصل دوم

شیعہ سُنّی کتب سے صحابی کا مقام و مرتبہ اور اس کی تنقیص کرنے والے کا انجام و سزا

الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ

ابو ذرر ازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تو کسی شخص کو حضور ﷺ کے کسی صحابی کی شان میں کسی قسم کی تنقیص کرتا دیکھے۔ تو جان لے کہ وہ بے دین اور زندیق ہے۔ کیونکہ خود رسول کریم ﷺ حق ہیں، آپ جو کچھ لائے وہ بھی حق اور قرآن کریم بھی حق ہے۔ اور جو کچھ ہم تک پہنچا ہے۔ وہ حضرات صحابہ کرام کے بتانے سے ہی پہنچا ہے۔ اس قسم کے لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے دین کے ان گواہوں کو باطل کر کے، ان پر جرح کر کے قرآن و سنت کو باطل قرار دے دیں۔ حالانکہ صحابہ کرام کی بجائے ان لوگوں پر جرح کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بے دین اور زندیق ہیں۔ اور صحابہ کرام کی فضیلت میں بکثرت احادیث موجود ہیں جو ہمارے مقصود و مطلوب پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت وہ ہے۔ جسے ترمذی اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ عبد اللہ بن فضل اس کے راوی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا فمن احبهم
فبحبی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم
ومن آذاهم فقد آذانی و من آذانی فقد آذی الله و من
آذی الله فیوشك ان یاخذ۔

میرے صحابہ کرام کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ انہیں طعن کا نشانہ نہ بناؤ۔
جس نے ان سے بوجہ میری محبت کے محبت کی اس سے میں محبت کروں گا۔ اور جس
نے ان سے بغض رکھا وہ دراصل مجھ سے بغض ہے۔ جس نے انہیں اذیت دی اس
نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ اور
جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کی گرفت کرے گا۔
(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۱، صفحہ ۱۰)

جامع الاخبار

قال علیه السلام من سبنی فاقتلوه ومن سب
صحابی فقد کفر و فی خبر اخر من سب صحابی
فاجلدوه۔ (جامع الاخبار صفحہ ۱۸۳ فصل ۱۲۵ فی سب مطبوعہ نجف اشرف عراق)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے گالی دی۔ اسے قتل کردو اور
جس نے میرے صحابی کو گالی دی وہ کافر ہوگیا۔ ایک اور حدیث پاک
میں ہے کہ جس نے میرے صحابی کو گالی دی۔ اسے کوڑے لگاؤ۔

معانی الاخبار

حدثنی محمد بن الحسن بن احمد بن الولید رحمة الله

علیه قال حدثنا محمد بن الحسن الصغار عن الحسن
بن موسی الخشاب عن غیاث بن کلوب عن اسحاق
بن عمار عن جعفر بن محمد عن اٰبائِهٖ علیه السلام
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما وجدتم
فی کتاب الله عزوجل فالعمل لکم به لا عذر لکم فی
ترکه وما لم یکن فی کتاب الله عزوجل و کانت فیه
سنة منی فلا عذر لکم فی ترك سنتی وما لم یکن
فیه سنة منی فما قال اصحابی فقولوا به فانما مثل
اصحابی فیکم کمثل النجوم بأیها اخذ اهتدی و بای
اقاویل اصحابی اخذتم اهتدیتم و اختلاف اصحابی
لکم رحمة۔

(معانی الاخبار صفحہ ۸۵۶ باب معنی قول النبی ﷺ مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق اپنے اجداد کرام سے روایت کرتے
ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو تم
پاؤ اس پر تمہارے لیے عمل کرنا لازم ہے۔ اس کے چھوڑنے پر
تمہارے لیے کوئی بہانہ نہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ہو۔
اور اس میں میری سنت ہو۔ تو میری سنت کے چھوڑنے کے لیے
بھی تم پر کوئی عذر نہیں اور جس بارے میں میری سنت نہ ہو تو اس میں
جو میرے صحابہ نے کہا تم بھی وہی کہو۔ بے شک میرے صحابہ کی
مثال ستاروں کی طرح ہے۔ جس کو راہنما بنا لیا گیا۔ ہدایت مل گئی۔

اور میرے صحابہ کے اقوال میں سے جس کے اقوال پر بھی تم نے عمل کیا۔ ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔"

الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب

عن الاعمش قال سمعت ذکوان یحدث عن ابی سعید الخدری انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصفه۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب مع الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ بخاری ومسلم جلد ۱ صفحہ ۴)

ترجمہ: جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا۔ میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ اگر تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کر ڈالے۔ تو اس کا یہ خرچ کرنا میرے کسی صحابی کے مٹھی بھر یا نصف مٹھی خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

تبصرہ

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل عمومی اور ان سے بغض و عداوت رکھنے والے کے بارے میں ہم نے شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کے کتب کے حوالہ جات درج کیے ہیں لہذا کسی صحابی سے محبت رکھنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار ہے۔ اور ان میں سے کسی سے عداوت و بغض دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت و بغض کے مترادف ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت دخولِ نار کا سبب

ہے۔ یہ تو سنی عالم دین اور محدث کی عبارت کا خلاصہ ہے۔ شیعہ مصنف نے صحابی کو گالی دینے والے کو کافر لکھا اور ایسے کو کوڑوں کی سزا کا مستحق کہا ہے۔ دونوں حوالہ جات کا ماحصل یہی ہے کہ حضرات صحابہ کرام کو گالی دینے والا جہنمی ہے۔ شیعہ مصنف نے اقوالِ صحابہ اور حضراتِ صحابہ کرام کی شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ احکامِ قرآنی کے بعد ارشاداتِ نبوی اور ان کے بعد اقوالِ صحابہ کرام ہمارے لیے ذریعہ نجات ہیں۔ اور ان سے روگردانی کرنے کا کوئی عذر و بہانہ مقبول نہ ہوگا۔ اور ہر ایک صحابی آسمان رشد و ہدایت کا چمکتا ستارا ہے۔ ان میں سے کسی کی اقتداء ذریعہ نجات ہے۔ لہٰذا دونوں مکتبہ فکر نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام کا گستاخ انہیں گالی بکنے والا جہنمی ہے۔ اور ان سے محبت رکھنے والا جنتی ہے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر صحابی ہونے کا ثبوت

گزشتہ سطور میں ہم نے دونوں طرف کی کتب سے صحابی کی تعریف اور مقام و مرتبہ کے ساتھ ساتھ ان سے بغض و عداوت رکھنے والے کا انجام بیان کیا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب ہم اس امر کو واضح کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے صحابئ رسول ہیں؟ علاوہ ازیں قرآن و حدیث اور ائمہ اہلِ بیت کے اقوال سے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بھی بیان ہوگا۔ آپ کے جلیل القدر صحابی ہونے کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

البدایة والنهایة

معاویه بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیه بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو عبدالرحمٰن القرشی الاموی خال المؤمنین و کاتب وحی رب العالمین اسلم هو و ابوه و امه هند بنت عتبة بن ربیعه بن عبد شمس یوم الفتح وقد روی عن معاویة انه قال اسلمت یوم عمرة القضاء ولکنی کتمت اسلامی من ابی الی الفتح و کان ابوه من سادات قریش فی الجاهلیة و الت الیه ریاسة قریش

بعد یوم بدر فکان هو امیر الحروب من ذالك الجانب و کان رئیس مطاعا ذا صال جزیل و لما اسلم قال یا رسول الله مرنی حتی اقاتل الکفار کما کنت اقاتل المسلمین قال نعم قال و معاویة تجعله کاتبا بین یدیك قال نعم ثم سال ان یزوج رسول الله صلی الله علیه وسلم بابنته وهی عزه بنت ابی سفیان و استعان علی ذالك باختها ام حبیبة فلم یقع ذالك و بین رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ذالك لا یحل له والمقصود ان معاویة کان یکتب الوحی لرسول الله صلی الله علیه وسلم مع غیره من کتاب الوحی رضی الله عنهم۔

(البدایة والنهایة جلد ا صفحہ ۲۰۔۲۱)

ترجمہ: امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ قریشی اور اموی ہیں۔ تمام مومنوں کے ماموں اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے۔ ان کے والد اور ان کی والدہ ہند بنت عتبہ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔ خود امیر معاویہ سے روایت ہے کہ میں عمرۃ القضاء کے موقعہ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے والد سے اسلام کو فتح مکہ تک چھپائے رکھا۔ ان کا باپ دورِ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے تھا۔ غزوہ بدر کے بعد قریش کی سرداری اُن کو ملی۔ لہٰذا یہی ابوسفیان قریش کی طرف سے لڑائی کے لیے سپہ سالار ہوئے۔ بہت بڑے

امیر اور لوگوں کے آقا تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو عرض کی: یا رسول
اللہ ﷺ! مجھے ارشاد فرمائیں کہ میں جس طرح اسلام سے قبل
مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ اسی طرح اسلام لانے کے بعد کفار سے
لڑوں۔ فرمایا: اجازت ہے۔ پھر معاویہ عرض گزار ہوئے۔ کہ مجھے اپنا
کاتب مقرر کر لیجیے۔ فرمایا: منظور ہے۔ پھر عرض کیا: حضور! میری بہن
سے شادی کر لیں اور اسے ام حبیبہ کا شریک بنا لیں۔ لیکن یہ عرض
منظور نہ ہو سکی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا کرنا (یعنی دو
بہنوں کا نکاح میں جمع ہونا) جائز نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ دیگر کاتبانِ وحی کی طرح کاتب وحی تھے جو حضور ﷺ پر اترنے
والے احکامات وغیرہ کی کتابت کرتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

البداية والنهاية

معاوية بن ابی سفيان القرشی الاموی ابو
عبدالرحمن خال المؤمنين و کاتب وحی رسول رب
العالمين.... قال معاوية و لقد دخل علی رسول
الله مکة فی عمرة القضاء و انی لمصدق به ثم لما
دخل عام الفتح اظهرت اسلامی فجئته فرحب بی و
کتبت بين يديه و کان ابوه من سادات قريش و
تفرد بالسودد بعد يوم بدر ثم لما اسلم حسن بعد
ذالك اسلامه و کان له مواقف شريفة و اثار محمودة
فی يوم يرموك وما قبله وما بعده و صحب معاوية

رسول الله صلی الله علیه وسلم و کتب الوحی بین
یدیه مع الکتاب و روی عن رسول الله صلی الله
علیه وسلم احادیث کثیرة فی الصحیحین و غیرهما
من السنن والمسانید و روی عنه جماعة من
الصحابة والتابعین قال ابوبکر بن ابی الدنیا کان
معاویة طویلا ابیض جمیلا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۱۵، ترجمہ معاویہ فی مناقب معاویہ، ۱۱۷ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیان، مومنوں کے ماموں اور اللہ تعالیٰ کی وحی
کے کاتب تھے معاویہ کہتے ہیں کہ جب میں مکہ میں عمرۃ القضاء کے
موقعہ پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں ان پر ایمان لا چکا
تھا۔ پھر جب فتح مکہ ہوا تو اس دن میں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کر
دیا۔ میں جب اس مرتبہ حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ
نے خوش آمدید کہا۔ میں آپ کے حکم سے وحی کی کتابت کرتا رہا۔ ان
کا باپ قریش کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ غزوۂ بدر کے بعد ابو
سفیان کو سرداری مل گئی۔ پھر جب اسلام لائے تو ان کا اسلام لانا
بہت اچھا تھا۔ ان کے فضائل اور اخلاق قابل تعریف تھے۔ جنگ
یرموک اور اس سے اور پہلے و بعد میں ان کی خدمات قابل تحسین
تھیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی۔ دوسرے
کاتبین وحی کے ساتھ یہ بھی وحی کی کتابت کرتے رہے۔ اور حضور ﷺ
سے بہت سی احادیث کی ان سے روایت صحیحین وغیرہ میں موجود

ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں میں صحابہ کرام اور تابعین بھی بکثرت ہیں۔ ابو بکر بن ابی دنیا کے قول کے مطابق جناب معاویہ لمبے قد اور سفید رنگ والے خوبصورت شخص تھے۔

الاصابة

معاویه بن ابی سفیان القرشی الاموی امیر المؤمنین ولد قبل البعثة بخمس سنین و قیل بسبع و قیل بثلاثة عشر والاول اشهر و حکی الواقدی انه اسلم بعد الحدیبیة و کتم اسلامه حتی اظهره عام الفتح وانه کان فی عمرة القضاء مسلما.... و عن ابن عباس ان معاویة قال قصرت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم عند المروة.... قال ابو نعیم کان من الکتبة الحسبة الفصحاء حلیما وقورا عن خالد بن معدان کان طویلا ابیض اجلی و صاحب النبی صلی الله علیه وسلم و کتب له۔

(الاصابۃ فی تعییز الصحابۃ جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ حرف میم)

ترجمہ: امیر المومنین جناب معاویہ بعثت سے پانچ سات یا تیرہ برس قبل پیدا ہوئے۔ اول تاریخ زیادہ مشہور ہے۔ واقدی نے بیان کیا کہ یہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور انہوں نے اسلام چھپائے رکھا۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کو ظاہر کیا۔ آپ عمرۃ القضاء میں مسلمان تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاویہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر انور کے بال مروۃ کے نزدیک کاٹے۔۔۔۔ ابو نعیم کے مطابق جناب معاویہ کاتب وحی۔ بڑے فصیح. بردبار اور باوقار آدمی تھے۔ خالد ابن معدان کہتے ہیں کہ امیر معاویہ دراز قد، سفید رنگ اور خوبصورت شخص تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور آپ پر اترنے والی وحی کی کتابت فرمایا کرتے تھے۔''

لمحہ فکریہ

مذکورہ حوالہ جات سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جلیل القدر صحابی ہونا اظہر من الشمس ہے۔ مذکورہ عبارت میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول واضح طور پر موجود ہے۔ ''میں عمرۃ القضاء میں مسلمان ہوگیا تھا۔ لیکن والد صاحب کے خوف کی وجہ سے اس کا اظہار نہ کرسکا'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرات صحابہ کرام کے جو دو گروہ بیان فرمائے۔ ایک فتح مکہ سے قبل والا اور دوسرا فتح مکہ کے بعد والا۔ پھر ان دونوں میں سے اول الذکر کو موخر الذکر پر فضیلت کا اعلان فرما کر دونوں کے جنتی ہونے کی خبر دی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے قول مبارک کی روشنی میں فتح مکہ سے قبل اسلام لانے والے صحابہ میں شامل ہیں۔ اور ان کے فضائل میں آپ بھی شامل ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین بھی تھے۔ کیونکہ آپ کاتب وحی تھے۔ اور کاتب وحی اعلیٰ درجہ کا امین ہی ہوسکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ درجہ کا کے صحابی ثابت ہونے کے بعد ایک دو آیات قرآنی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جو اپنے عموم و اطلاق کے اعتبار سے آپ کے فضائل و مناقب کو بھی شامل ہیں۔ اور جن سے آپ کی عظمت و علو مرتبت معلوم ہوتی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

فصل سوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آیاتِ قرآنی سے شان اور شیعہ سنی تفاسیر سے آپ کے مقام و مرتبہ کا بیان

آیت نمبر ①

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ (پ: ۲۷، ع: ۱۷، الحدید)

ترجمہ: تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے (راہِ خدا میں) خرچ کیا اور جہاد کیا وہ برابر نہیں ہوسکتا۔ ایسے لوگوں سے جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا اور جہاد کیا۔ وہ درجہ میں کہیں بڑھے ہوئے ہیں اور اللہ نے اجر نیک کا وعدہ تو سب ہی سے کیا ہے اور جو عمل تم کرتے ہو۔ اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ (ترجمہ قول مقبول)

مذکورہ آیت کے تحت شیعہ تفاسیر

مجمع البیان

(لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح و قتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد و

قاتلوا بين سبحانه ان الانفاق قبل فتح مكة اذا انضم اليه الجهاد اكثر ثوابا عند الله من الانفاق والجهاد بعد ذالك و ذالك ان القتال قبل الفتح كان اشد والحاجة الى النفقة و الى الجهاد كان اكثر و امس و فى الكلام حذف تقديره لا يستوى هٰؤُلَآءِ مع الذين انفقوا بعد الفتح فحذف للدلالة الكلام عليه و قال الشعبى اراد فتح الحديبية ثم سوى سبحانه بين الجميع فى الوعد بالخير والثواب فى الجنة فقال و كلا و عد الله الحسنى) اى الجنة و والثواب فيها و ان تفاضلوا فى مقادير ذالك (والله بما تعملون خبير) اى لا يخفى عليه شئ من انفاقكم و جهادكم فيجازيكم بحسب نياتكم و بصائركم و اخلاصكم فى سرائركم۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزو نہم صفحہ ۲۳۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے اس کی راہ میں خرچ کرنا جب کہ اس عبادت کے ساتھ جہاد بھی شامل ہو۔ اس خرچ کرنے اور جہاد کرنے سے باعتبار ثواب کے بہتر ہے۔ جو فتح مکہ کے بعد ہو۔ کیوں کہ فتح مکہ سے قبل لڑنا بہت مشکل تھا۔ اور خرچ فی سبیل اللہ اور جہاد بھی کافی اہم تھا (کیوں کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان بھی کم تھے۔ (اور مالِ غنیمت بکثرت نہ ہونے کی وجہ سے مالی قلت بھی تھی) کلام باری تعالیٰ میں حذف ہے۔ اصل عبارت اس طرح

"لا یستوی ھٰؤلاء مع الذین انفقوا بعد الفتح" چوں
کہ خود کلام اس حذف پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اسے حذف کر دیا گیا۔
"شعبی" نے کہا کہ اس فتح سے اللہ کی مراد "فتح حدیبیہ" ہے۔ پھر اس
کے بعد جنت میں خیر وثواب کے عطا کرنے کے وعدہ میں دونوں
فریقوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا۔ (وکلا وعد اللہ الحسنٰی)
ان میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا اور اس
میں ثواب بھی۔ اگرچہ ان کی مقداریں دونوں کے لیے مختلف ہوں
گی۔ (واللہ بما تعلمون خبیر) یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہارے
خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا کوئی گوشہ اوجھل نہیں۔ لہٰذا تمہاری
نیتوں اور اخلاص کے پیش نظر تمہیں ثواب سے نوازے گا۔

منہج الصادقین

"علامہ کاشانی" اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:
(اولئک) آں گروہ ومتقیاں ومقاتلاں قبل از فتح یعنی سابقان از مہاجر
و انصار کہ حضرت رسالت (ص) اور شان ایشان فرمود۔ لو انفق
احد کم مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصفہ۔
اگر انفاق کنید یکے از شما مثل کوہ احد طلا رانرسید بمرتبۂ انفاق بایکی از
سابقاں مہاجر و انصار و نہ نصف آں (اعظم درجۃ) بزرگ تراند از
روئے درجہ ومرتبہ (من الذین انفقوا) از آنانکہ نفقہ کنند (من
بعد) پس از فتح مکہ (وقاتلوا) وکارزار نمایند (وکلّا) وہمہ راکہ
نفقہ میکنند وقتال می نمایند قبل از فتح وبعد از آں (وعد اللہ الحسنٰی)

وعدہ دادہ است خدائے مثوبت نیکو را کہ بہشت است اما بانفاق
درجات۔" (تفسیر منہج الصادقین جلد نہم صفحہ ۱۷۱)
ترجمہ: متقی اور مجاہدین کی وہ جماعت جو فتح مکہ سے قبل تھی۔ یعنی مہاجرین
اور انصار میں سے سابق جن کے بارے میں حضور رسول کریم ﷺ
نے فرمایا ہے: "اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا
میں خرچ کرے پھر بھی وہ فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والوں کے
مُد جو یا گندم تک بلکہ اس کے نصف تک نہیں پہنچ سکتا۔" درجات و
مراتب میں یہ لوگ بہت بلند ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ
کے بعد خرچ فی سبیل اللہ کیا اور لڑے۔ اور قبل فتح مکہ یا بعد فتح خرچ
کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لیے اللہ نے بہترین جزا کا
وعدہ فرمایا ہے۔ اور وہ جنت ہے۔ لیکن اس میں درجات باعتبار خرچ
کے ہوں گے۔

لمحہ فکریہ

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام کے دو گروہوں کا ذکر فرمایا
ایک وہ جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوا اور دوسرا وہ گروہ جو اس کے بعد حلقہ
بگوش اسلام ہوا۔ دونوں نے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا اور مال و دولت بھی خرچ کی۔
ان دونوں گروہوں میں سے اول الذکر افضل واعلیٰ ہے۔ لیکن دوسرا گروہ اگرچہ ان
کی طرح ان کے برابر درجات و مراتب نہیں رکھتا۔ لیکن بہرصورت وہ بھی قطعی جنتی
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کے ساتھ جنتی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ قرآن
کریم میں اگرچہ لفظ "جنت" موجود نہیں۔ بلکہ "الحسنیٰ" ہے۔ لیکن الحسنیٰ سے مراد جنت اور

اس کا ثواب ہی ہے۔ چنانچہ شیعہ فتح اللہ کاشانی نے "الحسنیٰ" کی تفسیر ای الجنة والثواب فیھا سے ہی کی ہے۔ ان دونوں گروہوں کے افراد کے اپنے اپنے درجات ہیں بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے لیکن جنتی یقیناً سب ہی ہیں۔ آیت مذکورہ کے آخری الفاظ "واللہ بما تعملون خبیر" اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے، کے تحت مشہور شیعہ مفسر علامہ فتح اللہ کاشانی نے اپنی مشہور تفسیر منہج الصادقین میں لکھا:

"حضرات صحابہ کرام میں سے اگر کوئی صحابی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مٹھی بھر جو یا گندم خرچ کرتا ہے اور کوئی دوسرا سونے کا پہاڑ خرچ کر ڈالے تو یہ اس مٹھی بھر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نصف تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔" (تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ صفحہ ۱۷۱)

آیت مذکورہ کے حوالہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو دیکھتے ہیں۔ تو آپ کا قطعی جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آپ کے اسلام لانے میں فتح مکہ سے قبل اگرچہ شیعہ سنی کے درمیان اختلاف ہے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد آپ کا مشرف باسلام ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔ لہٰذا اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سابقین اولین یعنی فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے تو آپ قرآن کریم کے فیصلہ کے مطابق فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں سے افضل و اعلیٰ ہوئے اور اگر فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تو بھی قطعی جنتی ہوئے۔ اب آپ کے صحابی اور جنتی ہونے سے انکار کرنے والا صاحب جامع الاخبار کے نزدیک یا تو پکا کافر ہے یا پھر کوڑوں کی سزا کا مستحق ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ میں جو کچھ کیا۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔ سیدنا صدیق اکبر، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے زمانہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس قدر جہاد کیے۔ اور اس کی بدولت جس

قدر ممالک فتح کیے۔ ان کی تفصیل ہماری کتاب "تحفہ جعفریہ" جلد چہارم صفحہ ۳۴۲ تا ۳۸۸ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ان فتوحات میں ہزاروں لاکھوں غیر مسلم، مشرف باسلام ہوئے۔ انفاق فی سبیل اللہ کے معاملہ میں ہم جب آپ کی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے غرباء اور مساکین کی امداد کے لیے مستقل فنڈ قائم کر رکھا تھا۔ شیعہ کتب بھی اس امر کی تائید و تصدیق کرتی ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آل رسول بالخصوص حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی بکثرت مالی مدد کی۔ حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی حضرت عقیل کو بھی نوازا۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشرف باسلام ہونا، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا اور اس کی راہ میں خرچ کرنا فریقین کی کتب سے ثابت ہے اور انہی اوصاف کے ساتھ متصف حضرات صحابہ کرام کا مذکورہ آیت میں جنتی ہونا بیان فرمایا گیا۔ تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کے انکار کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟ آپ کی شخصیت پر لعن طعن کرنا اور دشنام طرازی دراصل اپنے آپ کو جہنمی ثابت کرنا ہے۔ آپ کو کسی طریقہ سے بھی اذیت پہنچانے والا دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہے اور ایسے شخص کا انجام نارِ جہنم کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص نہ تو آلِ رسول سے مخلص اور نہ ہی اصحاب رسول سے قلبی تعلق رکھنے والا ہے۔

آیت نمبر ۲

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي

الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ (پ:۲۶،ع:۱۲)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے ساتھی کفار کے لیے سخت اور باہمی بہت نرم ہیں تو انہیں رکوع سجود میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے پاؤ گے۔ ان کے ماتھوں پر آثار سجدہ نمایاں ہیں۔ یہ مثال ان کی توراۃ میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے کہ اس نے اپنی کونپل نکالی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ اب کھیتی والے کو خوش کرتی ہے تا کہ ان سے کفار کو غیظ و غضب دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

شیعہ تفاسیر

مجمع البیان

(محمد رسول الله) نص سبحانه على اسمه ليزيل كل شبهة تم الكلام هنا. ثم اثنى على المومنين فقال (والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم) قال الحسن بلغ من تشددهم على الكفار انهم كانوا يتحزرون من ثياب المشركين حتى لا تلتزق بثيابهم و عن ابدانهم حتى لا تمس ابدانهم و بلغ تراحمهم

فيها بينهم ان كان لا يرى مومن مومنا الا صالحه و عانقه و مثله قوله اذلة على المومنين اعزة على الكافرين (تراهم ركعا سجدا) هذا اخبار عن كثرة صلاتهم و مداومتهم عليها (يبتغون فضلا من الله و رضوانا) اى يلتمسوك بذالك زيادة نعمهم من الله و يطلبون مرضاته (سيماهم فى وجوههم من اثر السجود) اى علاماتهم يوم القيمة ان تكون مواضع سجودهم اشد بياضا عن ابن عباس و عطية قال شهر بن حوشب يكون مواضع سجودهم كالقمر ليلة البدر و قيل هو التراب على الجباة لانهم يسجدون على التراب لاعلى الاثواب عن عكرمة و سعيد بن جبير و ابى العالية و قيل هو الصفرة والنحول عن الضحاك قال الحسن اذا رائيتهم حسبتهم مرضى وما هم بمرضى.

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵۔ جز۹، صفحہ ۱۲۷، مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا اسم گرامی (محمد ﷺ) نصاً ذکر فرمایا تا کہ ہر قسم کے شبہ کا ازالہ کر دیا جائے۔ یہ مکمل جملہ ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف کی اور فرمایا جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم دل ہیں "حسن" کہتے ہیں کہ ان کا کفار کے لیے سخت ہونا اس قدر تھا کہ ان مشرکین کے کپڑوں کی طرح کپڑے بھی نہ پہنتے تھے اور ان

کے بدن سے اتنی نفرت تھی کہ بدن کے ساتھ بدن لگنا گوارا نہ تھا۔ لیکن
آپس میں ان کی شفقت اس قدر تھی کہ اگر ایک مومن دوسرے کو
دیکھ لیتا تو اس سے مصافحہ اور معانقہ کیے بغیر نہ رہتا۔ یہی مضمون اللہ
تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ میں ذکر فرمایا: "اذلة على
المومنين اعزة على الكفرين" (تراهم ركعا سجدا)
ان کو رکوع و سجود میں دیکھنا دراصل ان کی کثرتِ نماز اور
پابندیٔ نماز کا ذکر ہے (يبتغون فضلا من الله و
رضوانا) یعنی نماز کی پابندی کے سبب اللہ تعالیٰ سے زیادہ
نعمتوں کے سائل تھے اور اس کی خوشنودی کے متلاشی تھے
(سيماهم فی وجوههم من اثر السجود) یعنی قیامت کو
ان مومنین کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے مقام سجود (ہاتھ، پاؤں،
چہرہ) روشن اور سپید ہوں گے۔"

حضرت ابن عباس اور عطیہ سے شر بن حوشب نے کہا کہ ان کے مقام سجود
چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور کہا گیا ہے اس علامت سے مراد ان
کی پیشانی پہ لگی مٹی کیوں کہ وہ مٹی پر سجدہ کرتے تھے۔ کپڑے وغیرہ بچھا کر نہیں۔ عکرمہ،
سعید بن جبیر اور ابو العالیہ سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اس علامت سے مراد ان کے
چہروں کی زردی ہے۔ حسن کہتے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو تجھے بیمار لگیں گے۔ حالاں
کہ وہ بیمار نہیں (بلکہ کثرتِ نماز اور خوفِ خدا سے ان کے چہرے زرد پڑ چکے ہیں)۔

منہج الصادقین

"منہج الصدقین" میں "ذالك مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل

الی یعجب الزراع" کے تحت تفسیر کرتے ہوئے علامہ کاشانی نے یوں لکھا ہے:

و بر ہر آئینہ ایں مثل یا از برائے بیان حال حضرت رسالت است یا
اصحاب یعنی ہمچنانکہ دانۂ مزرع در بدایت حال شاخہائے ضعیف و
نحیف از او پیدا میشود و بتدریج تربیت می یابد۔ تا کہ قوی و جسیم میشود۔
سبب تعجب مزارعاں میگردد حضرت رسالت و اصحاب نیز در بدایت
حال در نہایت نخافت و ضعف بودند و بعد ازاں آں بر سبیل تدریج
قوت میگرفتند تا کہ قوت تمام گرفتہ بر جمیع عالمیان فائق آمدند و سبب
تعجب مردمان شدند و باینکہ ایں مثل از برائے بیانِ حال حضرت
رسالت شد۔ در بداء اسلام بے یار و معاون بود و بعد از آں بسبب
اہلِ بیت و اصحابِ قوت پیدا کرد۔ پس زرع آنحضرت باشد و شطائر
اصحاب او کہ دست او را قوی گردانیدند۔ یعنی ہمچناں کہ زرع در اول
حال دقیق است و بتدریج غلیظ و قوی میشود۔ و شاخہا براو متلاحق میگردد
و بحیثیتی مے شود کہ مزارعان از قوت و کثرت آں متعجب میگردند۔
پیغمبر نیز در اول حال کہ برامر رسالت برخواست۔ بسبب عدم معاون
و ناصر در کمال ضعف بود۔ بعد از آں خدائے تعالیٰ او را نیرومند گردانید
باہل ایمان بروجہی کہ مردمان از قوت و شوکت و بسطت او تعجب کردند۔
یا آنکہ مثل آنحضرت بودہ باشد کہ در بداء اسلام در نہایت ضعف و قلت
بودند، بعد از آں بسیار شدند و کار ایشاں بمرتبہ ترقی نمود کہ عالمیان از
کثرت ایشاں تعجب نمودند۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ہشتم صفحہ ۳۸۹)

ترجمہ: بہر حال یہ مثال یا تو خود حضور ﷺ کی حالت بیان کرنے کے لیے

یا آپ کے صحابہ کی حالت بیان کرنے کے لیے دی گئی یعنی جس طرح زمین میں دانہ پھوٹنے کے بعد ابتداءً اس کی شاخیں اور پتے کمزور ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان میں قوت و جسامت آتی ہے جسے دیکھ کر انسان تعجب کرتا ہے، اسی طرح حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ شروع شروع میں نہایت کمزور و ناتواں تھے پھر اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں قوت ملتی رہی یہاں تک کہ تمام دنیا پر غالب آگئے اور لوگوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا۔ اس وجہ سے کہ یہ مثال رسول اللہ ﷺ کی حالت ہو کہ ابتداء اسلام میں آپ بے یار و مددگار تھے پھر اہلِ بیت اور صحابہ کرام کے ذریعہ آپ کو مضبوطی ملی تو اس تفسیر کے مطابق "کھیتی خود حضور ہوئے اور اس کے "پتے شاخیں" آپ کے صحابہ ہوئے جنہوں نے آپ کو قوت پہنچائی یعنی جس طرح کہ پودا شروع میں دبلا پتلا اور کمزور ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ وہ مضبوط اور موٹا ہوتا ہے اور اس کی شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ معاون اور مددگار بنتی ہیں اور پھر ان کی قوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ کسان ان کی قوت اور کثرت سے تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا بھی یہی حال تھا۔ آپ جب "امر رسالت" کے لیے اُٹھے تو معاون و مددگار کوئی نہ تھا اور اس وجہ سے کمزوری تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ذریعہ آپ کو قوت بہم پہنچائی جسے دیکھ کر لوگ ششدر رہ گئے یا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد خود صحابہ کرام کی ابتدائی کیفیت ہو جب وہ بوجہ قلتِ تعداد کے کمزور تھے۔ پھر مومنین بکثرت ہونے پر اللہ نے انہیں شوکت و دبدبہ عطا فرمایا

جسے دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی۔

مجمع البیان

"یعجب الزراع" کے تحت علامہ طبرسی نے یوں تحریر کیا ہے:

هذا مثل ضربة الله تعالٰی بمحمد و اصحابه فالزرع محمد صلی الله علیه وسلم والشطاء اصحابه والمومنون حوله و كانوا فی ضعف و قلة كما يكون اول الزرع رقيقا ثم غل و قوی و تلا حق فكذالك المؤمنون قوی بعضهم بعضا حتٰی استغلظوا و استووا امرهم (ليغيظ بهم الكفار) ای انما كثرهم الله وقواهم ليكونوا غيظا للكافرين بتوافرهم و تظاهرهم و اتفاقهم علی الطاعة ثم قال سبحانه (وعد الله الذين امنوا و عملوا الصالحات) ای وعد من اقام علی الايمان والطاعة (منهم مغفرة) ای سترا علی ذنوبهم الماضية (و اجرا عظيما) ای ثوابا جزيلا دائما۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵، جز ۹ صفحہ ۱۲۸)

ترجمہ: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی دی ہے تو کھیتی تو خود حضور ہوئے اور اس سے پھوٹنے والی ٹہنیاں اور پتے صحابہ کرام و دیگر مومنین ہوئے تو شروع کھیتی کی طرح ابتداءً یہ بھی کمزور تھے۔ پھر جس طرح پودا ذرا بڑھتا ہے موٹا اور طاقت ور ہوتا ہے۔ اسی

طرح مومنین بھی بعض دوسرے مومنین کے ملنے سے مضبوط ہو گئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادتی اور قوت اس لیے عطا فرمائی تاکہ وہ کفار کے لیے اپنی کثرت اور غلبہ کی بناء پر غیظ و غضب کا سبب بنیں اور انہیں اللہ کی اطاعت میں متفق دیکھ کر کافر جل بھن جائیں۔ ان مومنین کے لیے ان کے زمانہ ماضی کے گناہوں کی اللہ نے پردہ پوشی فرمادی۔ اور بہت بڑا اور دائمی ثواب عطا فرمایا۔

مذکورہ آیت اور اس کی شیعہ تفسیروں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

① صحابہ کرام کفار کے ساتھ اتنے سخت تھے کہ ان کے کپڑوں اور اجسام سے اپنے کپڑے اور جسم تک نہیں لگنے دیتے تھے۔

② نماز کی کثرت اور پابندی اوقات نماز کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کے طالب تھے۔

③ کل قیامت کو ان کے اعضائے وضو چودھویں کے چاند جیسے منور ہوں گے۔

④ "الزرع" سے مراد حضور ﷺ بھی اور آپ کے صحابہ بھی ہو سکتے ہیں۔

⑤ صحابہ کرام کی کثرت اللہ نے اس وجہ سے کی تاکہ وہ اس کثرت، قوت اور اطاعت کی وجہ سے کفار و مخالفین اسلام کے لیے سبب غیض و غضب بنیں اور وہ انہیں روز افزوں دیکھ کر حسد کی آگ میں جل کر مر جائیں۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے کثرت سجود کے ذریعہ اپنے فضل کے متلاشی لوگوں کے پچھلے گناہ معاف کر کے آئندہ اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔

خلاصہ کلام

صحابہ کرام اور اہل بیت ؓ آپس میں اس قدر شیر و شکر تھے کہ جب تک

بوقت ملاقات مصافحہ اور معانقہ نہ کر لیتے خوش نہ ہوتے۔ اس لیے ان کے باہمی بغض و عداوت کے قصہ جات اور واقعات سب شیعہ لوگوں کے من گھڑت ہیں اور وہ بھی متاخرین شیعہ نے گھڑے ہیں۔ متقدمین شیعہ مفسرین کے اقوال آپ نے ابھی پڑھے ہیں۔ وہ اس کے منکر ہیں۔

خلاصہ کلام

صحابہ کرام اللہ کے اس درجہ مقبول و منظور تھے کہ ان کے حسنِ سیرت کو ازلی علم کی بنا پر جانتے ہوئے اس نے تورات و انجیل میں ان کی مدح و ثنا فرمائی اور آخر کار ان کی مغفرت اور دخولِ جنت کا مژدہ بھی سنایا۔ لہٰذا ایسے نفوسِ قدسیہ کا حضور ﷺ کے انتقال کے بعد مرتد ہو جانا قطعاً خلافِ عقل و نقل ہے اور اس قسم کی روایات بھی شیعہ لوگوں کی من گھڑت واہیات ہیں۔ خدا عقل و سمجھ عطا فرمائے۔

لمحہ فکریہ

آیت مذکورہ کی شیعہ تفاسیر کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ سیدنا حضرت امیر معاویہ ؓ ان خوش بخت حضرات میں سے ایک ہیں۔ جن کی عظمت و شان تورات و انجیل میں پہلے سے مذکور تھی۔ نیز آیت مذکورہ یہ بھی اعلان کر رہی ہے کہ حضرات صحابہ کرام کا باہمی تعلق نہایت خوشگوار اور مہربانی سے لبریز تھا۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس قسم کے افسانے تراشتے ہیں کہ صحابہ کرام کے مابین یا صحابہ کرام اور آلِ رسول کے درمیان ذاتی اختلافات اور جھگڑے تھے۔ اور وہ ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ ایسے کہنے والے دراصل آیت کریمہ کے جملہ "رحماء بینھم" کے منکر ہیں۔ (ہم عنقریب امیر معاویہ ؓ اور آلِ رسول ﷺ کے مابین خوشگوار تعلقات کا ذکر کریں گے۔) قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ نے حضرات صحابہ کی جو چند صفات ذکر فرمائی

ہیں۔ جس طرح ان صفات سے تمام صحابہ کرام موصوف تھے اسی طرح حضرت امیر معاویہ ؓ بھی صحابی ہونے کے اعتبار سے ان صفات سے حقیقتاً متصف تھے۔

رکوع و سجود میں مصروف رہنا اور ان کے چہروں پر آثار سجود ہونا وغیرہ اوصاف کو جب ہم امیر معاویہ ؓ کی شخصیت میں دیکھتے ہیں تو شیعہ مورخ کبیر حسین بن علی مسعودی اپنی تصنیف مروج الذہب جلد سوم صفحہ ۲۹ پر اس کی تصدیق و تائید کرتا نظر آتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ نماز صبح کے بعد تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہوتے ہیں۔ پھر چار رکعت اشراق ادا کرتے۔ پھر بقیہ دن رات مخلوق خدا کی خدمت میں صرف کرتے۔ پہلی رات اٹھ کر نماز تہجد بھی ادا فرماتے۔ گویا قرآن کریم کی آیت مذکورہ کی عملی تفسیر ایک شیعہ مؤرخ ثابت کر رہا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ اس کی مجسمہ تفسیر تھے۔ پھر تورات و انجیل میں حضرات صحابہ کرام یا خود حضور ﷺ اور آپ کے متبعین کی مثال جو بیان کی گئی۔ اس میں بھی حضرات صحابہ کرام کا بالواسطہ یا بلاواسطہ ذکر ہو رہا ہے۔ یعنی صحابہ کرام ابتداء میں تھوڑی تعداد ہونے کی وجہ سے زمین سے اگنے والی کھیتی کی طرح کمزور تھے۔ پھر زمین سے پھوٹنے والی سبزی نشو و نما پاتی اور بڑھتی پھیلتی اور طاقت ور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کو بھی اللہ تعالیٰ نے کثرت تعداد اور ثابت قدمی سے نوازا۔ حتیٰ کہ ابتداء میں چند نفوس اس قدر بڑھ گئے اور طاقت ور ہو گئے کہ مکہ شریف فتح کر لیا اور جدھر منہ کرتے فتح و نصرت ان کے قدم چومتی۔ اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ان حضرات نے خوش کیا۔ اور ادھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن جل بھن گئے۔ حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد خلفائے اربعہ کے دورِ خلافت میں مزید اضافہ ہوا۔ اور پھر حضرت امیر معاویہ ؓ کے دورِ خلافت میں اسلام کی روشنی مشرق و مغرب میں دور دور تک پھیل گئی۔

جب ہم امیر معاویہ ؓ کے دور کی فتوحات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو تورات و انجیل کی مثال آپ پر بدرجہ کمال ثابت نظر آتی ہے۔ خاص کر جب حضور ﷺ کے ارشاد گرامی بھی سامنے رکھا جائے۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی ایک کافر کو مسلمان بنا دیتا ہے۔ تو وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ امیر معاویہ ؓ نے دو چار نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ تو آپ کا قطعی جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ بھی سابقہ آیت کی طرح صحابہ رسول ﷺ کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری دے رہی ہے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ ؓ بھی اس کا مصداق بننے کی وجہ سے جنتی اور اجر عظیم کے مستحق ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام اور آلِ رسول ﷺ کے مابین آیت مذکورہ کی صراحت یہ بتلاتی ہے کہ ان کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ اور ایک دوسرے کے لیے نہایت مہربان اور نرم دل تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تفسیر روح المعانی

عن ابی عید الخدری قال خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عام الحدیبیة حتی اذا کان بعسفان قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوشك ان یاتی قوم یحتقرون اعمالکم مع اعمالهم قلنا من هم یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اقریش قال لا ولکن هم ارق اهل الیمن هم ارق افئدة والین قلوبا فقلنا اهم خیر منا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لو کان لاحدهم جبل من ذهب فانفقه

ما ادرك مد احد كم ولا نصفه الا ان هذ افضل ما بيننا و بين الناس... (وعد الله الحسنى اى المثوبة الحسنى وهى الجنة على ما روى جنة عن مجاهد و قتادة و قيل اعم من ذالك والنصر والغنيمة فى الدنيا.

(روح المعانی جلد ۲۷ صفحہ ۱۷۲ صفحہ ۱۸۲ سورہ الحدید رکوع اول پارہ ۲۷)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے سال مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ حتیٰ کہ ہم جب مقام عسفان پر پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ بہت جلد ایسی قوم آئے گی۔ جو اپنے اعمال کے مقابلہ میں تمہارے اعمال کو حقیر خیال کرے گی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا وہ قریش ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔ وہ یمنی ہوں گے۔ بہت نرم دل اور نرم گفتار ہوں گے۔ پھر ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ واقعی ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اسے وہ راہ خدا میں خرچ کر ڈالے پھر بھی وہ تمہاری مٹھی برابر جو بلکہ اس کے نصف برابر خرچ کرنے کے ثواب کو نہ پہنچ جائے گا۔ سنتے ہو۔ یہی ہمارے اور عام لوگوں کے درمیان فرق ہے۔ (اللہ نے الحسنیٰ کا وعدہ فرمایا) یعنی اچھے انجام اور ثواب کا وعدہ فرمایا اور وہ جنت ہے۔ جیسا کہ حضرت قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے اور "الحسنیٰ" کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عام ہے جنت اور دنیا میں مدد اور مالی طور پر آسائش بھی مراد ہیں۔

تفسیر قرطبی

(و كلا وعد الله الحسنى) اى المتقدمون المتناهون السابقون والمتاخرون اللاحقون وعد الله جميعا الجنة مع تفاوة الدرجات.

(تفسیر قرطبی جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۱، سورہ الحدید زیر آیت لا یستوی منکم، مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ: سب سے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ فرمالیا۔ یعنی اُن صحابہ کرام سے جو پہلے پہل ایمان لائے اور ان سے بھی جو ان کے بعد ایمان لائے سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا۔ اگرچہ جنت میں ان کے درجات میں فرق ہوگا۔

قارئین کرام! آیت مذکورہ شیعہ اور سنی مفسرین کی تفسیر سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ حضرات صحابہ کرام تمام کے تمام جنتی ہیں۔ خواہ ان کا اسلام لانا فتح مکہ سے قبل ہو یا اس کے بعد مشرف باسلام ہوئے ہیں اور ان حضرات نے جہاد بھی کیا اور فی سبیل اللہ اپنے مال میں سے خرچ بھی کیا۔ ان کا جنتی ہونا دونوں مکتبہ فکر کے مفسرین کے نزدیک متفق علیہ امر ہے۔ لہٰذا جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول بھی بالاتفاق ہیں۔ خواہ فتح مکہ سے قبل یا بعد اسلام قبول کیا ہو۔ اور آپ نے بہت سے جہاد میں شرکت فرما کر اسلام کو مشرق و مغرب میں پھیلایا اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے تاریخی شواہد موجود ہیں۔ ان کا بظاہر معمولی سی چیز کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا دوسروں (غیر صحابی) کے پہاڑ برابر سونے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے۔ ایسے جلیل القدر، کاتب وحی، مجاہد کبیر اور سخاوت سے موصوف صحابی کی شان میں لعن طعن کرنے والا دراصل ازلی بدبخت اور کافر ہی ہوسکتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝

فصل چہارم

احادیث نبوی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اور شیعہ سنی کتب سے آپ کے جنتی ہونے کا بیان

روایت اول

دعاء رسول: اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی اور مہدی بنا۔

تاریخ بغداد

قال سعید و کان من اصحاب النبی ﷺ عن النبی ﷺ انہ قال فی معاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا و اھدبہ۔

(تاریخ بغداد جلد اول صفحہ ۲۰۸، مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ: حضرت سعید رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول تھے، نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بایں الفاظ دعا مانگی۔ اے اللہ! امیر معاویہ کو ہادی بنا اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت فرما۔

روایت دوم: ساب معاویہ پر لعنت خدا و ملائکہ

تاریخ بغداد

اخبرنا ابن رزق قال نا ابو الحسین احمد بن عثمان بن یحیی الادمی البزاز قال نا محمد بن احمد بن ابی العوام

قال نا رباح بن الجراح الموصلی قال سمعت رجلا یسئل المعانی بن عمران فقال یا ابا مسعود این عمر بن عبدالعزیز من معاویۃ بن ابی سفیان؟ فغضب من ذلک غضبًا شدیدًا و قال لا یقاس باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد۔ معاویۃ صاحبہ و صھرہ و کاتبہ و امینہ علی وحی اللہ عزوجل و قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوالی اصحابی و اصھاری فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین۔

(تاریخ بغداد جلد اول صفحہ ۲۰۹، مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ: رباح بن جراح موصلی کہتے ہیں۔ میں نے ایک آدمی کو "معانی بن عمران" سے سوال کرتے سنا۔ اس نے پوچھا۔ اے ابومسعود! عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں؟ یہ سن کر "ابن عمران" انتہائی غضب ناک ہو گئے۔ اور فرمایا: حضور ﷺ کے صحابہ کے ساتھ کسی غیر صحابی کا مقابلہ مت کرو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی، سالے اور اللہ کی وحی کے کاتب اور امین تھے۔ حضور ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ میرے سسرال مجھ پر رہنے دو۔ (یعنی میں تم سے بہتر انہیں سمجھتا ہوں۔ ان پر کوئی الزام نہ دھرو) جس نے ان میں سے کسی کو بھی گالی دی۔ اُس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔

روایت سوم

البداية والنهاية

و قال ابو القاسم الطبرانی حدثنا احمد بن محمد الصيدلانی ثنا السری عن عاصم ثنا عبدالله بن یحیی بن ابی کثیر عن ابیه عن هشام بن عروه عن عائشة قالت لما کان یوم ام حبیبة من النبی (ص) دق الباب داق فقال النبی (ص) انظروا من هذا؟ قالوا معاویة قال ائذنوا له فدخل و علی اذنه قلم یخط به فقال ما هذ القلم علی اذنك یا معاویة؟ قال قلم اعددته لله و لرسوله فقال له جزاك الله عن نبیك خیرا والله ما استكتبتك الا بوحی من الله وما افعل من صغیرة ولا كبیرة الا بوحی من الله كیف بك لو قمصك الله قمیصا یعنی الخلافة فقامت ام حبیبة فجلست بین یدیه و قالت یا رسول الله و ان الله مقمصه قمیصا قال نعم ولكن فیه هناب و هنات فقالت یارسول الله فادع الله له فقال اللهم اهده بالهدی و جنبه الردی واغفر له فی الاخرة والاولیٰ۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو کون

ہے؟ کہا معاویہ ہیں۔ فرمایا: اندر آنے دو۔ تو حضرت معاویہ کانوں میں قلم رکھے ہوئے اندر آئے۔ جس سے لکھتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا۔ اے معاویہ! تیرے کان پر رکھا قلم کس مقصد کے لیے ہے؟ عرض کی: یہ قلم میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے تیار کیا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے نبی کی طرف سے تجھے بہتر جزا عطا کرے۔ خدا کی قسم! میں نے تجھے لکھنا صرف اس لیے سکھایا۔ تاکہ تو اللہ کی وحی لکھے۔ میں چھوٹا موٹا ہر کام اللہ کی وحی سے ہی کرتا ہوں۔ اگر اللہ تمہیں خلافت کی قمیص پہنائے۔ تو اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔ "ام حبیبہ" کھڑی ہوئیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جا بیٹھیں اور کہنے لگیں۔ یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ معاویہ کو قمیص پہنائے گا (یعنی خلیفہ بنائے گا۔) فرمایا: ہاں۔ لیکن اس میں تکالیف ہیں۔ ام حبیبہ نے عرض کی: حضور! پھر ان کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت عطا فرما اور بدخلقی سے بچا۔ اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔"

روایت چہارم

البدایه والنهایه

و قد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اللهم علمه الکتاب و مکن له فی البلاد وقه العذاب.

(البدایہ والنہایہ جلد ۸، صفحہ: ۱۲۱)

ترجمہ: عمرو بن عاص کہتے ہیں۔ میں نے سنا کہ حضور ﷺ امیر معاویہ کے لیے یوں دعا فرما رہے تھے: "اے اللہ! اسے "الکتاب" سکھا اور شہروں پر تسلط عطا کر اور عذاب جہنم سے اِسے بچا۔

ان چاروں روایات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے

(۱) کوئی آدمی (انبیاء کے علاوہ) کتنا صاحب مرتبہ ہو۔ وہ مقام صحابی اور مرتبہ صحابیت تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہونے کے علاوہ آپ کے سسرال بھی ہیں۔

(۳) آپ نے اپنے صحابہ اور سسرال کو گالی دینے والے اور برا بھلا کہنے والے پر لعنت کی۔ اس پر اللہ کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔

(۴) جس نے حضور ﷺ کے صحابی یا آپ کے سُسرال پر لعنت کی اس پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔

(۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحی کی کتابت کا فریضہ اللہ کے حکم سے عطا فرمایا تھا۔

(۶) حضور ﷺ نے اپنے دور میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت عطاء ہونے کی بشارت دی تھی۔ گویا آپ نے نور الٰہی سے ان کی خلافت دیکھ لی تھی۔

(۷) آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تجھے ہدایت دے۔ ہر ردی چیز سے بچائے اور دنیا و آخرت میں معاف کر دے۔

(۸) شہروں پر تسلط ملنے اور عذاب سے محفوظ رکھنے کی بھی اللہ سے دعا مانگی۔

روایت پنجم، تفسیر در منثور

عن ابن عباس قال كنت عند النبی صلی الله عليه وسلم و عنده ابوبكر و عمر و عثمان و معاوية اذ اقبل علی فقال النبی صلی الله عليه وسلم لمعاوية اتحب عليا قال نعم قال انها ستكون بينكم هنية قال فما بعد ذلك يا رسول الله قال عفو الله و رضوانه قال رضينا بقضآء الله و رضوانه فعند ذلك نزلت هذه الاية و لو شآء الله ما اقتتلوا و لكن الله يفعل ما يريد۔

(تفسیر در منثور جلد اول صفحہ 322 مطبوعہ بیروت طبع جدید، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ہفتم صفحہ 228 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ پاک میں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر خدمت تھے۔ اسی اثنا میں علی المرتضیٰ بھی حاضر بارگاہ ہو گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تمہارے درمیان لڑائی ہو گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے بعد کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی معافی اور رضا (تمہارے شامل حال ہو جائے گی) حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اللہ کی قضا (تقدیر) اور رضا پر راضی ہیں، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ الْاٰیہ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں لڑائی نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری امت میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے

روایت نمبر ② تطہیر الجنان

و منها الحديث الذى اخرجه الحافظ الحارث ابن اسامة و هو انه عليه السلام قال ابوبكر ارق امتى و ارحمها ثم ذكر مناقب بقية الخلفاء الاربعة ثم مناقب جماعة اخرين من اصحابه و ذكر منهم معاويه فقال صلى الله عليه وسلم و معاوية بن ابى سفيان احلم امتى و اجودها۔ (تطہیر الجنان صفحہ 12)

ترجمہ: ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے جسے حافظ حارث بن اسامہ نے ذکر کیا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا کہ ابوبکر میری امت میں سے بڑا نرم دل اور مہربان ہے پھر آپ نے بقیہ مناقب خلفائے اربعہ ذکر فرمائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی دوسری جماعت کا آپ نے تذکرہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سے سب سے زیادہ بُردبار اور سخی ہے۔

توضیح از ابن حجر

تم ان دونوں اوصاف میں غور کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں ارشاد فرمائے تو تمہیں علم ہو جائے گا کہ ان دونوں کے سبب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کمالات میں اس مرتبہ پر فائز ہوئے جو ان کے علاوہ دوسرے میں پائے نہیں جا سکتے کیونکہ بُردباری اور سخاوت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ نے ان دونوں کی وجہ سے نفس و خواہش کے تمام فائدے ختم کر دیئے تھے۔ جہاں تک بُردباری کا تعلق ہے تو اسے خاص کر دل تنگی اور غصہ کی شدت کے وقت وہی شخص اپناتا ہے جس کے دل میں تکبر بالکل ختم ہو چکا ہو اور نفس کا کوئی حصہ باقی نہ رہا ہو یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: حضور! مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا: غصہ چھوڑ دو۔ وہ بار بار وصیت طلب کرتا رہا اور آپ بار بار یہی فرماتے رہے۔ گویا آپ یہ سمجھا رہے تھے کہ جب غصہ کی شرارت سے آدمی بچ جاتا ہے تو نفس و شہوت کی شرارتوں سے بھی بچ جاتا ہے اور جو ان سے محفوظ ہو جاتا ہے تو وہ نیکی اور بھلائی کی تمام اطراف و اقسام اپنے میں جمع کر لیتا ہے۔

رہا سخاوت کا معاملہ تو یہ بات یقینی ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا منبع ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ لہٰذا جسے اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت سے بچائے رکھے اور سخاوت کی حقیقت اسے عطا فرما دے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی حسد باقی نہیں ہے وہ فانی دنیا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوگا اور نہ ہی وہ نیکی اور بھلائی ختم کرنے والے اسباب کی طرف مُنہ کرے گا۔ چاہے ان کا تعلق ظاہر سے

ہو یا باطن سے اور جب کسی کا دل ان دونوں خصلتوں سے خلاصی پا جاتا ہے تو ایسا شخص ہر قسم کے کمال اور ہر طرح کی بھلائی سے آراستہ ہو جائے گا اور ہر شرارت و بُرائی سے پاک ہو جائے گا اس وقت یہ دو باتیں اپنا نتیجہ پیدا کریں گی یعنی ایسا آدمی بقیہ آدمیوں سے زیادہ بُردبار اور سخی ہو گا جب سرکار دو عالم ﷺ کی زبان اقدس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعلم اور اجود کے لفظ نکلے ہیں تو پھر تمہیں وہ تمام اوصاف و کمال تسلیم کرنے پڑیں گے جو ہم ان دونوں اوصاف کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں اور پھر ان باتوں اور خرافات کی طرف تمہارا خیال ہرگز نہ جائے گا جو بدعتی اور جہالت میں ڈوبے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے پھرتے ہیں۔

فرمان رسول ﷺ: معاویہ میرا محرم راز ہے

روایت نمبر ③ تطہیر الجنان

و منها الحديث الذي اخرجه الملا في سيرته و نقله عنه المحب الطبري في رياضه انه صلى الله عليه وسلم قال ارحم امتي بامتي ابوبكر و اقواهم في دين الله عمر و أشدهم حياء عثمان و اقضاهم علي و لكل نبي حواري و حواري طلحة و الزبير و حيثما كان سعد بن وقاص كان الحق معه و سعيد بن زيد احد العشرة من احباء الرحمن و عبد الرحمن بن عوف من تجار الرحمن و ابو عبيدة بن الجراح امين الله و امين رسول الله صلى الله عليه وسلم و صاحب

سري معاوية بن ابي سفيان فمن احبهم فقد نجا و من ابغضهم فقد هلك۔ (تطہیر الجنان صفحہ 13)

ترجمہ: ان احادیث میں سے ایک وہ کہ جسے مُلا نے اپنی سیرت میں اور اسے محب طبری نے اپنی ریاض میں نقل کیا وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے انتہائی نرم دل ابوبکر ہے اور مضبوط ترین اللہ کے دین میں عمر فاروق اور بہت زیادہ باحیا عثمان غنی اور سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا علی المرتضیٰ ہیں ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری طلحہ و زبیر ہیں اور سعد بن وقاص جہاں بھی ہو گا حق کے ساتھ ہو گا اور سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف اللہ کے تاجروں میں سے ہیں۔ ابوعبیدہ بن الجراح اللہ اور اس کے رسول کے امین ہیں اور میرا راز دار معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ لہٰذا جو ان سے محبت رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ ہلاک ہوگا۔

توضیح از ابن حجر

تم اُن خصوصیات پر غور کرو جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی اور امین ہونے کی وجہ سے ملیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کے محافظ تھے اور اس کی طرف سے اترنے والی باتوں کے امین تھے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں بلند مرتبہ تھا کیونکہ راز و نیاز اور اسرار پر ایسے شخص کو ہی مطلع کیا جاتا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ہر قسم کے کمالات کا جامع ہے اور خیانت کے ہر

شعبہ سے خالی ہے اور یہ وصف ان اوصاف میں سے ایک ہے جو کسی کے مناقب، فضائل اور مطالب میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امین کتاب خداوندی ہے اور وہ بہتر امین ہے

روایت نمبر ۴، تطہیر الجنان

و منها ما جاء عن ابن عباس رضی الله عنه قال جاء جبریل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا محمد استوص بمعاویة فانه امین علی کتاب الله و نعم الامین هو رجاله رجال الصحیح الا واحد اخفیه لین و الاخر قال الحافظ الهیثمی لا اعرفهٔ و مثل هٰذ الذی قاله ابن عباس لا یقال مثله من قبل الرای فله حکم المرفوع الی النبی وجهالة احد رواته غایتها انها ترجب ضعف سنده و قد من أنفا ان الضعیف حجة فی المناقب۔ (تطہیر الجنان صفحہ 13-14)

ترجمہ: ان روایات میں سے ایک وہ جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ جبرئیل امین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! معاویہ کو وصیت کیجئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا امین ہے اور وہ بہت اچھا امین ہے۔ اس

روایت کے تمام راوی ایک کو چھوڑ کر وہی ہیں جو حدیث صحیح کے راوی ہوتے ہیں وہ ایک کچھ ضعیف ہے اور دوسری کمزوری یہ کہ حافظ ہیثمی نے کہا میں اُسے نہیں جانتا۔ بہر حال اس مضمون کی روایت حضرت ابن عباس اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا اس کا حکم حدیث مرفوع کا حکم ہے اور اس کے ایک راوی کی جہالت زیادہ سے زیادہ اسے ضعیف کر دے گی اور یہ بات ایک سے زائد مرتبہ گزر چکی ہے کہ حدیث ضعیف بھی فضائل و مناقب میں حجت ہوتی ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہے

روایت نمبر ۵، تطہیر الجنان

و منها انه صلی الله علیه وسلم دخل علی زوجته ام حبیبه ورأس معاویة فی حجرها و هی تقبلهٔ فقال لها اتحبینهٔ قالت و ما لی لا احب اخی فقال علیه السلام فان الله و رسولهٔ یحبانه قال الحافظ المذکور فی سنده من لم اعرفهم ای فهو ضعیف و مر انه حجة هنا۔ و منه فوزهٔ بمصاهریه صلی الله علیه وسلم فان ام حبیبه ام المومنین رضی الله عنها اخته و

قد قال صلی اللہ علیہ وسلم دعوا اصحابی و اصھاری فان من حفظنی فیھم کان معه من اللہ حافظ و من لم یحفظنی فیھم تخلی اللہ عنه و من تخلی اللہ عنه یوشك ان یاخذہ رواہ الامام الحافظ احمد بن منیع و قال صلی اللہ علیہ وسلم عن یمة من ربی و عھد عھدہ الی ان لا اتزوج الی اھل بیت و لا ازوج بنتا من بناتی لاحد الا کانوا رفقائی فی الجنة رواہ الحارث بن ابی اسامه و قال صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی ان لا اتزوج الی احد من امتی و لا ازوج احد من امتیؐ الا کان معی فی الجنة فاعطانی ذالك۔ (رواہ الحارث ایضاً) (تطہیر الجنان صفحہ نمبر 14)

ترجمہ: حضور ﷺ ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت ام حبیبہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت معاویہ ان کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے اور وہ انہیں چوم رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو اسے پسند کرتی ہے؟ عرض کی: میرا بھائی ہے۔ میں اس سے محبت کیوں نہ کروں۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول دونوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ حافظ نے کہا کہ اس روایت کی سند میں کوئی راوی مجہول ہے یعنی یہ ضعیف روایت ہے اور ایسی روایت کا حجت ہونا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے اور ان فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور ﷺ کا سسرال بننے کا

شرف بھی ہے کیونکہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ کی ہمشیرہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: میرے صحابہ اور میرے سسرال کو (برا بھلا کہنا) چھوڑ دو۔ بے شک جس نے ان کے بارے میں میری حفاظت کی۔ اللہ اس کا حافظ ہوگا اور جس نے حفاظت نہ کی اس سے اللہ بیزار ہوگا اور جس سے اللہ بیزار ہو جائے گا اُسے وہ بہت جلد پکڑ لیتا ہے۔ اس روایت کو حافظ احمد بن منیع نے ذکر کیا ہے اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمالیا ہے کہ میں جس خاندان سے شادی کروں یا جس کو میں اپنی کوئی بیٹی نکاح میں دوں، جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اسے حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا اور حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا کہ میں جس سے شادی کروں یا جس کو اپنی صاحبزادی نکاح میں دوں۔ اُسے جنت میں میری معیت عطا فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

توضیح از ابن حجر

اس خاندان کی فضیلت اور علو مرتبت میں تم غور کرو جس میں سے حضور ﷺ نے کسی عورت کو اپنے عقد میں لیا۔ اس سے جناب ابوسفیان کے گھرانے کا مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس خاندان میں سے حضرت امیر معاویہ کی بزرگی، کمال، عزت فخر، جلالت، عظمت، حفظ و کمال سب سے نمایاں نظر آتا ہے اور حضور ﷺ کے اس فرمان میں بھی غور کرو کہ ان کی حفاظت کرنے والے کا خدا حافظ ہوگا الخ۔ یہ حدیث ہم نے اس لیے ذکر کی تاکہ تو اے قاری تو ان لوگوں سے بچ جائے جو ان

لوگوں کے عیوب و نقائص نکالنے میں سرگرداں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے سسرال ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے اور انہیں اپنا قرب خاص عطا فرمایا ہے کیونکہ ان حضرات کے بارے میں غور و خوض کرنا زہر قاتل اور کاٹنے والی تلوار ہے۔ پھر جس کو یہ زہر چڑھ جائے اور ایسی تلوار کا گھاؤ لگ جائے۔ اس کی شخصیت بے قیمت اور اس کی شہوات و خواہشات ہر رائی میں اس کا ساتھ دیتی ہیں اور پھر یہ شخص جس جگہ پہنچ گیا اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں۔ جس گمراہی میں مرضی جائے اور جس ہلاکت کے گڑھے میں چاہے گرے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے بچائے۔ آمین

فرمان رسول اللہ ﷺ: اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا

روایت نمبر ۶، تطہیر الجنان

انه صلی الله علیه وسلم بشرهٔ بالخلافة روٰی ابوبکر بن ابی شیبه بسند اِلیٰ معاویة رضی الله عنه انهٔ قال مازلت اطمع فی الخلافة منه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ملکته فاحسن... عن معاویه قال نظر الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا معاویه ان ولیت امرا فاتق الله واعدل... عن معاویة انه صلی الله علیه وسلم قال لاصحابه

توضوا فلما توضوا نظر الی فقال یا معاویة ان ولیت امرا فاتق الله واعدل و فی روایة طبرانی و الاوسط و اقبل من محسنهم واعف عن مسیئهم۔

(تطہیر الجنان صفحہ 15-14)

ترجمہ: حضور ﷺ نے امیر معاویہ کو خلافت کی خوشخبری دی تھی۔ ابوبکر بن ابی شیبہ، امیر معاویہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں (معاویہ) اس وقت سے خلافت کا منتظر تھا۔ جب سے حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے معاویہ! جب تو حکمران بن جائے تو احسان کرنا۔

جناب معاویہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کو اپنانا۔

جناب معاویہ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو فرمایا وضو کرو۔ جب وہ وضو کر چکے تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل اپنانا طبرانی اور اوسط میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ احسان کرنے والوں کو گلے لگانا اور بروں کو معاف کر دینا۔

نوٹ

روایت مذکورہ میں امام ابن حجر نے کئی طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں خلیفہ یا حکمران بننے کی بشارت دی تھی اور ساتھ ہی وصیت بھی فرمائی تھی لہٰذا معلوم ہوا کہ امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کی خلافت حضور ﷺ کے نزدیک "حق" تھی۔ اسی لیے آپ نے اس کی مزید بہتری کے لیے چند ہدایات دیں لیکن اس مضمون کے خلاف ایک روایت کو لے کر نام نہاد سنی حضرت امیر معاویہ کو گمراہ، فاسق اور منافق تک کے الفاظ کہہ دیتے ہیں اور قرآن کریم میں موجود منافقین والی آیات ان پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس مقام پر وہ روایت ذکر کر کے پھر اس کا جواب بھی ذکر کیا۔ لہٰذا ہم اعتراض و جواب کو قارئین کی نظر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

اعتراض: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت حق سے جدا تھی

تطہیر الجنان

فان قلت كيف ذالك و قد جعل صلى الله عليه وسلم ملكه عاضا بدليل ما صح ان حذيفة صاحب سر رسول الله صلى الله عليه وسلم في الفتن روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال يكون فيكم النبوة ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ثم ملكا عاضا۔ (تطہیر الجنان صفحہ 15)

ترجمہ: اگر تو کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی خلافت کی خوشخبری حضور ﷺ نے دی لہٰذا وہ حق ہو گئی کیونکہ حضور ﷺ نے ان کی حکومت کو راہ راست سے ہٹی ہوئی حکومت فرمایا۔ آپ کا یہ فرمان اس روایت میں ہے جو حضور ﷺ کے راز دان جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے بارے میں بیان فرمائی۔ حضور ﷺ سے مروی ہے

کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں نبوت ہو گی پھر نبوت کے طرز پر خلافت اور پھر بادشاہت جو راست سے ہٹی ہوئی ہو گی۔

توضیح

حضور ﷺ نے نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ کا ذکر فرمایا۔ اس خلافت کا زمانہ تیس سال خود آپ ﷺ سے دوسری روایت میں موجود ہے اور تیس سال کا عرصہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ مکمل کرنے پر ختم ہو جاتا ہے تو ان کی خلافت تک تو خلافت علی منہاج النبوۃ رہی۔ اس کے بعد امیر معاویہ خلیفہ بنے تو یہ حکومت حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق گمراہی کی حکومت ہے لہٰذا امیر معاویہ خود گمراہ اور ان کی حکومت گمراہی پر مبنی ہوئی۔

مذکورہ اعتراض کا جواب

اس حدیث سے مراد امیر معاویہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں ایک حدیث موجود ہے جو اس سے زیادہ صحیح ہے، وہ یہ ہے:

تطہیر الجنان

عن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اول هذا الامر نبوة و رحمة ثم يكون خلافة و رحمة ثم يكون ملكا و رحمة ثم يكون امارة و رحمة ثم يتكادمون عليها تكادم الحمير فعليكم بالجهاد و ان افضل جهادكم الرباط و ان افضل رباطكم عسقلان رواه طبراني و رجاله

ثقات و هو صريح فيما ذكرته اذا الملك الذى بعد الخلافة هو ملك معاوية ۔(تطہیر الجنان صفحہ 16)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل یہ معاملہ نبوت و رحمت کا ہو گا۔ پھر خلافت اور رحمت ہو گی۔ پھر بادشاہت اور رحمت ہو گی۔ پھر امارت اور رحمت ہو گی پھر حکومت حاصل کرنے کے لیے گدھوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے تو ان حالات میں تمہیں جہاد کرنا پڑے گا اور بہترین جہاد گھوڑوں کو جہاد کے لیے تیار کرنا ہے اور بہترین رباط، عسقلان ہے۔ یہ روایت طبرانی نے ذکر کی اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ روایت اس پر صریح ہے کہ خلافت کے تیس سال بعد جو حکومت ملی وہ حکومت رحمت تھی۔ (راہ راست سے، ہٹی ہوئی نہ تھی۔)

دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم کتاب اور حکومت عطاء فرما

روایت نمبر ⑦ تطہیر الجنان

ما جاء بسند رواته ثقات على خلاف فيهم و ارسال فيه انه صلى الله عليه وسلم دعا لمعاوية فقال اللهم علمه الكتاب و الحساب و مكن له فى

البلاد وقه سوء العذاب و فى رواية اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب۔ (تطہیر الجنان صفحہ 16)

ترجمہ: ایک حدیث یہ بھی ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے مرسل ہونے میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دعاء فرمائی: اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب کی تعلیم عطا فرما اور اسے شہروں کی حکومت عطا کر اور برے عذاب سے اسے بچا۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا دے۔

لمحہ فکریہ

حدیث مذکور سے مودودی اور اس کے ہم خیال ”روشن خیال مفکرین“ کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر معاویہ کے لیے حکومت کی دعا فرمائی اور گزشتہ روایات کے مطابق آپ نے حکومت کی انہیں خوش خبری دی اور پھر یہ بھی دعا فرمائی کہ کتاب وحساب عطا فرمایا جائے اور عذاب سے بچایا جائے آپ کی ایسی دعاؤں کی برکت سے امیر معاویہ چالیس سال تک خلافت پر متمکن رہے۔ یہ نہیں کہ مودودی وغیرہ کے بقول آپ نے ڈنڈے اور دُرے کے بل بوتے پر حکومت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے آپ کو اس طویل دور میں کبھی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا اور اگر دوران خلافت یا اس سے قبل آپ سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی تو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری دعائیں قبول ہوئیں۔ اسی طرح ان غلطیوں کے بارے میں بھی آپ کی دعا یقیناً قبول ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ امیر معاویہ کو عذاب سے بچائے

لہٰذا اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ امیر معاویہ ؓ جنتی ہیں اور حضور ﷺ کی دعاؤں کے طفیل اللہ نے ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی پیش گوئی کی وجہ سے جنتی ہیں

ناسخ التواریخ

"سی ویکم۔ انس بن مالک گوید۔ ام حرام بنت ملحان زوجہ عبادہ بن ثابت خالہ رضاعی پیغمبر بود و آں حضرت در خانہ او قیلولہ می کرد۔ یک روز از بہر مہمانی طعامی بساخت و رسول خدائے بخورد و بخفت۔ چوں بیدار شد بخندید۔ ام حرام سبب خندہ پرسید، فرمود، مرا نمودند کہ جماعتی از امت من از بہر جنگ کفار در بحر و کشتی چناں باشد کہ پادشاہان بر تخت خویش۔ ام حرام گفت دعا کن تا من از ایشاں باشم۔ فرمود تو از ایشانی و دیگر بارہ بخفت و از خواب انگیختہ گشت و ہم بخندید۔ و با ام حرام پاسخ نخستیں بداد۔ عرض کرد۔ دعا کن من از ایشاں باشم۔ فرمود تو از گروہ نخستیں خواہی بود۔ در حکومت معاویہ چوں لشکر بجنگ روم می شد ام حرام باں لشکر بکشتی در رفت و چوں از بحر بکفار آمد بر شتر خویش سوار شد و در راہ از شتر بیفتاد و بمرد۔ وہم در آں جا نجاکش سپردند۔"

(ناسخ التواریخ جلد پنجم صفحہ 94 در سیرت رسول کریم ﷺ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: اکتیسواں معجزہ۔ حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ ام حرام

حضور ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں اور عبادہ بن ثابت کے عقد میں تھیں۔ حضور ﷺ ام حرام کے گھر میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن ام حرام نے آپ کی مہمانی کے لیے کچھ پکایا۔ حضور نے وہ تناول فرمایا اور سو گئے۔ جب نیند سے اُٹھے تو ہنس دیئے۔ ام حرام نے پوچھا۔ حضور! ہنسی کس وجہ سے آئی ہے؟ فرمایا: مجھے دکھایا گیا کہ میری امت کی ایک جماعت کفار کے ساتھ جنگ کے لیے دریا و سمندر میں کشتیوں کے اندر ایسے بیٹھی ہوئی ہے جیسا کہ بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔ ام حرام نے عرض کیا حضور! دعا فرمائیے کہ میں بھی اس جماعت میں ہو جاؤں۔ فرمایا: ہاں تو بھی اُن میں ہوگی۔ دوبارہ آپ پھر سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو اب بھی ہنس رہے تھے اور ام حرام کو پہلے والا جواب دیا۔ انہوں نے عرض کی میرے لیے بھی دعا فرمائیں کہ میں بھی ان میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا: تو پہلے گروہ کے اندر ہو گی۔ پھر حضرت امیر معاویہ ؓ کے دورِ گورنری میں جب مسلمان لشکر جنگ رُوم کے لیے جانے لگا تو ام حرم بھی ان کے ساتھ ہو لیں۔ پھر کشتی میں سوار ہوئیں۔ جب پانی سے باہر نکلیں تو اپنے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ راستہ میں اونٹ سے گر کر انتقال کر گئیں اور وہیں لوگوں نے انہیں دفن کر دیا۔

واقعہ کی مزید تفصیل

حضور ﷺ نے ام حرام کے گھر قیلولہ کے دوران جو واقعہ ملاحظہ فرمایا۔ اس میں بخاری شریف کی روایت کے مطابق یہ الفاظ ہیں:

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا۔

ترجمہ: میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی لڑائی لڑے گا ان کے لیے جنت واجب ہوگئی ہے۔

پھر قَدْ اَوْجَبُوْا کی تشریح کرتے ہوئے صاحب فتح الباری، رقمطراز ہیں:

ای فعلوا فعلا وجبت لهم به الجنة۔

ترجمہ: یعنی ان لوگوں نے ایسا کام کر دکھایا جس کی وجہ سے وہ یقیناً جنت میں چلے گئے۔

یہ واقعہ اٹھائیس ہجری کا ہے۔ اس لیے صاحب ناسخ التواریخ کا اس کے متعلق یوں کہنا: ''دورحکومت معاویہ'' اس سے اگر یہ مراد ہے کہ یہ واقعہ حضرت امیر معاویہ کے دور خلافت میں ہوا تو درست نہیں۔ ہاں امیر معاویہ کی سرکردگی میں ہوا کیونکہ یہ لشکر دمشق سے روانہ ہوا تھا اور اس صوبہ کے حضرت امیر معاویہ گورنر تھے لیکن صاحب ناسخ التواریخ نے امیر معاویہ کے دور کا یہ واقعہ تو لکھا لیکن یہ نہیں لکھا کہ خود امیر معاویہ اس میں شریک تھے یا نہ اگر امیر معاویہ اس میں شریک نہ تھے تو قَدْ اَوْجَبُوْا کا مصداق وہ ہرگز نہ بنیں گے۔ یا دوسرے الفاظ میں اس واقعہ سے امیر معاویہ کا جنتی ہونا اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک آپ کی اس شمولیت ثابت نہ کی جائے۔ آیئے اس کا ثبوت ملاحظہ کریں:

ناسخ التواریخ

''معاویہ ابن ابی سفیان بسوئے عثمان نامہ کرد۔ کہ ولایاتِ روم باشام چناں نزدیک است کہ بامداداں از دوسو بانگ خرساں و

آواز مرغاں شنود، شود۔ واینک آب دریا از موج سہمناک باز نشستہ واز جنبش ہائل ساکن گشتہ اگر رخصت اور بجانب جزیرہ قبرس رکفتی کم۔ وآں محال راکہ از مال ومواشی آگندہ است فرد گیرم۔ عثمان در پاسخ نوشست کہ عمر بن الخطاب ہرگز اجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا عبرہ کنند مرانیز کراہت می آید۔ اگر تو را ایں کار موافق افتادہ وبسلامت ایں سفر واثق میباشی زن وفرزند خود را نیز با خویش در کشتی حمل میدہ تا صدق عقیدت تو مرا مکشوف افتد۔

چوں معاویہ ایں پاسخ بشنید۔ فتح قبرس را تصمیم عزم داد وعبداللہ بن قیس را با گروہے از لشکر فرمان کرد تا از پیش کشتی در اب رانند۔ و بفرمود کشتیہا در عکہ فراہم آوردند۔ و لشکر را وجیبہ بداد و بازن وفرزند بعکہ آمد۔ در روز در آنجا بود اور سیم بعد از نماز جمعہ بکشتی درافتند۔ اما عبداللہ بن قیس کہ از پیش در آب راندہ بود۔ از کشتی بساحل دریا بیروں شد۔ تا مگر از اراضی روم خبرے باز داند۔ زنے را نگریست بادریوزگی روز گزارد۔ اور او رمے چند عطا کرد آں زن برفت بمیانِ دیہ ومردم را آگہی برد کہ ایں مرد کہ با لشکر دریا می نورد اینک بکفار بحر ایستادہ گروہے بشتاب تاختن کردند۔ عبداللہ را مجال بدست نشہ کہ بکشتی گریز داو را بگرفتند وبکشتند۔

ایں خبر را بمسلمانان بردند۔ معاویہ بداں نگریست۔ ہم چناں بازن و فرزند وتمامت سپاہ باد ویست وبیست کشتی را لختے نگاہ دار کہ مرا تاب و

طاقت وزرق طے طریق می کرد۔ ناگاہ بادِ مخالف جنبش کرد۔ دایا مضطرب شُد۔ زورقہا وکشتیہا از یکدیگر بدوا افتاد۔ زنِ معاویہ سخت ترسید۔ وکلیابلاج راںخواند وگفت اے کلیاکشتی رالختے نگاہ دار کہ مرا تاب وطاقت رفتہ است۔ کلیابلاح راگفت اے زن دریا فرماں کس نبرد و خبر خدائے را بدیں کار دست نباشد صبر می کن۔ کہ خبر دل بصبوری نہادن چارہ نیست۔ بالجملہ باد بالیست وموج بنشت۔ ومسلماناں بسلامت شدند وایں ہنگام زورقے چند پدید ارشد کہ فرماں گزار جزیرہ قبرس بقسطنطین ہدیہ میفرستاد۔ معاویہ فرمود تا جملہ را بگرفتند۔ ودرآں زورقہا کنیز کان پری چہرہ وجامہائے دیبا ونفائس اشیاء فراواں یافتند واز آنجا بجزیرہ قبرس درآمدند۔ وبے توانی دست بہ نہب و غارت کشودند۔ وبسیار از قریہ ہائے وآبادی ایں ہارا بزیرپے سپردند۔ و غلاماں وکنیزاں فراواں ج اسیر گرفتند۔ واموال واثقال از نفائس اشیاء برہم نہادند۔ وایں جملہ را بکفار بھر آوردہ کشتیہا را بیاکندیر۔ فرمانگزار جزیرہ راچناں ہول وہراسی فرد گرفتہ کہ خیال مدافعۃ در خاطرش عبور نداشت۔ تیغی نکشیہ وخدنگی نکشاد۔ وکس بزدیک معاویہ فرستاد وخواستگار مصالحت گشت بشرط کہ ہرسال ہفت ہزار ودویست دینار ازمی فرستد۔ معاویہ مسئول اور اباجابت مقرون داشت۔ وبر ایں جملہ وثیقی نوشت ومراجعت نمود چوں از دریا بیروں شد۔ بفرمود قاغنائم را فراہم آوردند وطریف تلید برزبرہم نہادند۔ کنیزاں وغلاماں رابحساب گرفتند از دہ ہزار افزوں بشمار آمد از جملہ ہفتصد تن دختر

آنِ دوشیزہ بود۔ معاویہ خمس غنائم را بیروں کرد د بانامہ فتح بسوئے عثمان فرستاد ودیگر را برلشکر بخش نمود۔

(ناسخ التواریخ، تاریخ الخلفاء جلد سوم صفحہ 139 تا 141 تذکرہ فتح جزیرہ قبرس الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی کی طرف رقعہ لکھا کہ ولایت روم، شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ صبح کے وقت ایک دوسرے کے پرندوں کی آوازیں اور مرغ کی اذانیں سنائی دیتی ہیں اور اس وقت دریا کا پانی خطرناک موجوں سے خالی ہے اور خطرناک سیلاب کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جزیرہ، قبرص کی طرف چڑھائی کردوں اور ان مقامات کو جو کہ مال ومویشیوں سے بھرے پڑے ہیں ان پر قبضہ کرلوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دی کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت دریا کا پانی عبور کرے اور مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو آسانی سے انجام دینا اور اپنے لیے موافق سمجھتے ہو اور اس مہم کو بسلامت طے کرنے کا یقین رکھتے ہو تو پھر اپنے بال بچوں کو اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرلو تاکہ تمہاری سچی عقیدت سامنے آسکے۔

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب ملاحظہ کیا تو آپ نے قبرص کے فتح کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرلیا اور عبداللہ بن قیس کو ایک لشکر دے کر فرمایا کہ وہ پہلے کشتی کو پانی میں اتاریں اور حکم دیا کہ بقیہ کشتیوں کو ساحل پر اکٹھا کیا جائے اور فوج کو ضروری احکام دیئے۔

خود اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ساحل پر آئے۔ دو دن وہاں قیام کرنے کے بعد تیسرے دن نماز جمعہ سے فارغ ہو کر کشتی میں سوار ہو گئے۔ ادھر عبداللہ بن قیس جو پہلے ہی دریا میں اتر گیا تھا وہ اپنی کشتی دریا سے ساحل پر لے آیا تاکہ روم کی سرزمین کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرے۔ ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دن بھر مانگ کر گزارہ کرتی ہے۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت گاؤں میں گئی اور لوگوں کو خبردار کیا کہ جس آدمی نے دریا کے ساحل پر ڈیرا لگایا ہے یہ ایک لشکر کے ہمراہ عنقریب تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ عبداللہ بن قیس کو جلدی میں اُن لوگوں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ بھاگنے تک کا وقت نہ ملا۔

جب یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ امیر معاویہ نے اس کے متعلق غور و فکر کیا۔ پھر بال بچوں اور تمام سپاہیوں کو بائیس بڑی کشتیوں اور چھوٹی کشتیوں پر سوار کر کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اتفاقاً دوران سفر مخالف ہوا چلنا شروع ہو گئی۔ دریا میں ہل چل مچی۔ چھوٹی اور بڑی کشتیاں ایک دوسرے سے دُور ہو گئیں۔ امیر معاویہ کی بیوی سخت گھبرائی اور کلیا نامی ملاح کو بُلا کر کہا۔ اے کلیا: کچھ دیر کے لیے کشتی کو ٹھہراؤ۔ کیونکہ اب مجھ میں قوت برداشت نہیں رہی۔ کلیا ہنس دیا اور کہنے لگا۔ بی بی! دریا کسی کا حکم نہیں مانا کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو اس کام کا اختیار و قوت نہیں۔ صبر کرو۔ کیونکہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔ مختصر یہ کہ ہوا کچھ دیر بعد ٹھہر گئی اور موجوں کو سکون

آ گیا۔ مسلمان سلامتی کے ساتھ کشتیوں میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں دُور سے چند چھوٹی کشتیاں آتی دکھائی دیں ان میں قبرص کے حکمرانوں کی طرف سے قسطنطنیہ کے حاکم کے لیے تحفہ تحائف لدے ہوئے تھے۔ امیر معاویہ نے حکم دیا کہ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں چاندی سی صورت والی کنیزیں، ریشمی کپڑے اور عمدہ اشیاء موجود تھیں۔ بھاری تعداد میں یہ چیزیں ہاتھ آئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کا یہ لشکر جزیرہ قبرص آیا اور مسلمان بے تحاشا تباہی اور بربادی کا منظر پیش کر رہے تھے۔ اس طرف کے علاقہ جات سے کثیر تعداد میں غلام اور لونڈیاں ان کے ہاتھ آئیں۔ بہت سی قیمتی اشیاء بھی ان کے ہاتھ لگیں۔ ان تمام چیزوں کو دریا کے کنارے پر لا کر کشتیوں میں ڈال دیا۔ جزیرہ قبرص کے حاکم کو اس سے ایسی دہشت ہوئی کہ اُسے دفاع اور مقابلہ کرنے کا تصور تک نہ آیا نہ تلوار اٹھائی نہ تیر کمان پر چڑھایا۔ پھر ایک آدمی کو حضرت امیر معاویہ کے پاس امن کی بھیک کے لیے بھیجا۔ امیر معاویہ نے اسے قبول کر لیا۔ شرط یہ قرار پائی کہ جزیرہ قبرص کا حاکم ہر سال ستر ہزار اور دو سو دینار دیا کرے گا۔ امیر معاویہ نے ان شرائط کو تحریر میں لایا اور واپس لوٹ آئے۔

جب دریا سے باہر کنارے پر اُترے تو فرمایا: تمام مال غنیمت کو اکٹھا کیا جائے۔ سپاہیوں نے اکٹھا کیا۔ اس وقت غلاموں اور لونڈیوں کی سرسری گنتی کی گئی تو دو ہزار سے بھی زائد نکلے۔ ان تمام قیدیوں میں تقریباً سات سو ایسی لڑکیاں تھیں جو ابھی کنواری تھیں۔ حضرت امیر

معاویہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ علیحدہ کر دیا اور فتح کی خوشخبری
کا خط لکھ کر حضرت عثمان غنی کی خدمت میں ایک آدمی بھیج دیا۔
پانچواں حصہ بھی ان کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج
دیا اور بقیہ کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

لمحہ فکریہ

اس طویل حوالہ سے ہم نہیں بلکہ ایک شیعہ مورخ کہہ رہا ہے کہ حضرت امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ اس بحری لڑائی میں اپنے اہل و عیال سمیت شریک ہوئے تھے
اور کشتیوں پر سوار ہو کر دریائی سفر طے کیا اور دشمنوں پر فتح حاصل کی چونکہ اسی سفر
میں ام حرام کا انتقال ہوتا ہے۔ اب ان دونوں کڑیوں کو ملائیں تو بات یوں بنے گی
کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے ایک لشکر کو جنت کی بشارت دی جو کشتیوں پر سوار
ہو کر دشمن سے لڑنے جائے گا اور اس جنتی لشکر میں حضرات ام حرام نے شریک ہونے
کے لیے حضور ﷺ سے دعا کرائی جو منظور و مقبول ہوئی۔ ام حرام بموجب دعائے حضور
اور بہ تمنائے جنت کشتی میں سوار ہوئیں۔ اس لشکر میں حضرت امیر معاویہ ایک سپہ سالار
کی صورت میں موجود تھے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی
پیش گوئی کے مطابق جنتی ہوئے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر کوئی بدنصیب ہی ایسا ہو گا
جو امیر معاویہ کے جنتی ہونے کا اقرار نہ کرے اور پھر اگر اس ضمن میں یہ دیکھا جائے
کہ امیر معاویہ کو جنتی نہ ماننے والا دراصل حضور ﷺ کی بات کو ٹھکرا رہا ہے تو ایسے کم
بخت کا سرے سے ایمان ہی جاتا رہے گا۔

قارئین کرام! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ

نہیں کہ آپ ہر خطاء سے معصوم ہیں۔ ہاں حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی مانتے
ہیں۔ ام حبیبہ کا بھائی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا سالا مانتے ہیں۔ مذکورہ پیش گوئی
اور دیگر شواہد کی بنا پر ہم انہیں جنتی سمجھتے ہیں۔ حسنین کریمین نے ان کی بیعت کر لی
تھی۔ اس لیے ہم آپ کو باغی کہنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ان دونوں نے امیر
معاویہ سے وظائف قبول کیے۔ اس لیے ہم امیر معاویہ کو حسنین کا محسن بھی کہتے ہیں۔
اس لیے ان لوگوں سے ہماری گزارش ہے کہ جو ان کے بارے میں باغی اور کافر تک
کے الفاظ کی رٹ لگاتے ہیں وہ اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں اور اللہ و رسول کے
غضب سے بچنے کے لیے اس عقیدہ سے توبہ کریں۔

فصل پنجم

جنگ صفین کے شرکاء اور مقتولین کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ وہ جنتی ہیں

(شیعہ سنی کتب سے اثبات)

قرب الاسناد

عن جعفر عن ابیہ ان علیا علیہ السلام کان یقول لاھل حربہ انا لم نقاتلھم عن التکفیر و لم نقاتلھم علی التکفیر لنا و لکنا راینا انا علی حق و راوا انھم علی حق۔ (قرب الاسناد صفحہ 45 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ساتھ لڑنے والوں کا اس انداز سے ذکر کرتے تھے کہ ہم نے اُن سے اس وجہ سے لڑائی نہیں کی کہ وہ ہمیں کافر سمجھتے تھے اور نہ ہی ہم انہیں کافر قرار دے کر لڑے بلکہ ہوا یوں کہ انہوں نے خود کو حق پر جانا اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ (دونوں فریق حق کی خاطر اور حق پر ہوتے ہوئے ٹکرا

گئے۔ کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔)

توضیح

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے دو باتیں بالکل ظاہر و باہر ہوگئیں۔

اول یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی لڑائی (اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخاصمت) اور ان کے رفقاء کے ساتھ ان کی لڑائی اس بنا پر نہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو معاذ اللہ کافر سمجھتے تھے بلکہ صرف اس وجہ سے ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بمعہ اپنے رفقاء کے حضرت عثمان غنی کے قصاص کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے طور پر اپنے آپ کو حق پر گردانتے تھے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امیر معاویہ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حق کی خاطر لڑائی مول لی اور قطعاً وہ اپنے آپ کو باطل پر نہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا جب کوئی شخص اپنے آپ کو حق پر جانتے ہوئے کوئی ایسا فعل یا کوئی ایسی بات کر ڈالتا ہے جو اُس حق کو حاصل کرنے کی خاطر سرانجام دیتا ہے تو نیت کے خلوص کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اگر وہی قول و فعل حقیقت میں حق کے مطابق نہ ہو تو پھر ایسے میں یہ "خطائے اجتہادی" کہلاتی ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین جنگ کسی باہمی عناد اور اختلافِ دین کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ اجتہادی غلطی کی وجہ سے واقعہ ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے کہ وہ حق پر تھے اور اپنی رائے میں اسی کو حق سمجھتے تھے۔ پھر بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر لڑنے والا نہ فرمایا بلکہ انہیں ان کی اپنی رائے کے مطابق حق پر ہی گردانا۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ آخر دم تک اپنی رائے پر قائم رہے جو بقول علی المرتضیٰ حق تھی۔ اس لیے آپ کو باغی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یعنی وہ باغی جو خلیفہ برحق کے خلاف ناحق بلوہ کھڑا کر دے اور امت مسلمہ میں انتشار کا باعث بنے لیکن بعد میں تاریخی اور واقعاتی شواہد سے یہ پتہ چلا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے صائب اور درست نہ تھی، اس لیے علمائے اہل سنت نے اس بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتہادی سرزد ہوئی۔ جسے وہ خود خطاء نہ سمجھتے تھے۔ اگر وہ خود کو خطاء پر سمجھتے تو اس سے رجوع فرما لیتے۔ اسی عقیدہ کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس مندرجہ بالا ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جنگ صفین کے اختتام کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ فیصلہ جو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کار کے متعلق مختلف ممالک اسلامیہ کو روانہ کیا

نہج البلاغہ:

ومن کتاب له علیه السلام کتبه الی اهل الامصار یقص فیه ماجریٰ بینه وبین اهل صفین وکان بدء امرنا انا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهر انّ ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدة و لانستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله ولا یستزیدوننا الامر واحد الاّ ما اختلفنا فیه من دم عثمان ونحن منه براء۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ صفحہ نمبر 467 مطبوعہ یوسفی دہلی)

ترجمہ: اکثر شہروں کے معززین کو حضرت نے یہ خط تحریر فرمایا ہے، جس میں اجرائے جنگ صفین کا بیان ہے ہماری اس ملاقات (لڑائی)

کی ابتداء جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی، کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات
ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے رسول ایک ہے، دعوتِ
اسلام ایک ہے، (جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں، ویسے
ہی ہم بھی) ہم خدا پر ایمان لانے، اس کے رسول کی تصدیق کرنے
میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں نہ وہ ہم پر فضل زیادتی کے
طلب گار ہیں ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں، مگر وہ ابتداء یہ ہوئی،
کہ خونِ عثمان میں اختلاف ہوگیا، حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا یہ فیصلہ اور تحریر اس وقت برسرِ عام آئی،
جب حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین ہونے والی جنگ
سرد پڑ چکی تھی، اور حالت امن قائم ہوگئی تھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امت مسلمہ
کی بھلائی اور انہیں باہمی خلفشار سے بچانے کے لئے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا اس خط
کے ذریعہ آپ مملکت اسلامیہ کے تمام بڑے بڑے شہروں کے حکمرانوں کے
ذریعہ پوری امت مسلمہ کو یہ بتلانا چاہتے تھے، کہ میرے اور امیر معاویہ کے درمیان جو
جنگ ہوئی، وہ کفر واسلام اور حق وباطل کی جنگ نہ تھی، ہم میں سے ہر ایک فریق
صاحب ایمان اور پختہ مسلمان تھا، نہ وہ ہم سے ایمان واسلام کی زیادتی کے دعوے
دار اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی تھے۔
اگر میں (راقم الحروف) حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی اس تحریر کے بارے میں
اپنے دل کی بات کہوں، تو امید ہے کہ قارئین کرام! اس کو ضرور سراہیں گے، اور اس

کی تائید بھی کریں گے، وہ یہ کہ اللہ رب العزت نے اس باب العلم ؓ کو وہ بصیرت
عطا فرمائی تھی، اور ایسا علم لدنی عطا فرمایا تھا، کہ جس کی وجہ سے آپ یہ جانتے تھے کہ
ایک دور آئے گا، کہ کچھ "نام نہاد محبانِ علی" اپنی جھوٹی محبت کی آڑ لے کر حضور فداہ امی
وابی کے صحابہ پر تنقید وتنقیص کا سوچیں گے، اور اپنے خبثِ باطنی کی بنا پر وہ کفر ونفاق
کے فتوے لگانے سے بھی نہ چونکیں گے، پھر اس پر ان کی ڈھٹائی قابل دیدنی یہ ہوگی
کہ وہ یہ خرافات میرے حوالے سے بیان کریں گے، اور میری آل واولاد کو اس میں
استعمال کرنے کی مذموم کوشش کریں گے آپ نے "اتقوا بفراسة المومن فانه ینظر
بنور اللہ" کے لطف ایزدی اور عطائے ربانی سے اسی وقت اس کو بھانپ کر صاف صاف
فرما دیا، کہ اہل شام اور میرے درمیان جو لڑائی ہوئی، ہم میں اور ان میں ایمان
واسلام کا کوئی فرق نہیں، جیسا ان کا رب ایک ویسا ہی ہمارا بھی ایک ہے جیسے وہ اللہ
کی تصدیق اور اس کے رسول مقبول کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں، ہم ان سے
اس میں زیادتی کے دعوے دار نہیں، اور جس اسلام کی دعوت وہ دیتے ہیں، ہم بھی
اسی اسلام کے داعی ہیں، ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہی ہے۔
حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے یہ الفاظ اس قدر واضح ہیں، کہ انہیں پڑھ سن کر کوئی
شخص بھی کہ جس کے دل میں تھوڑی سی بھی ایمان کی رمق ہوگی، وہ یہ ہرگز نہیں کہے گا
کہ حضرت امیر معاویہ ؓ اور آپ کے دیگر رفقاء معاذ اللہ کافر یا منافق تھے، کیونکہ
حضرت علی ؓ اپنے ارشاد کے مطابق خود اقرار فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ وتصدیق
دعوتِ اسلام میں ہم ان پر زیادتی کے علمبردار نہیں، تو معلوم ہوا کہ نفس ایمان و
تصدیق میں حضرت علی المرتضیٰ ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ میں کوئی فرق مراتب
نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اعمال صالحہ کی رو سے حضرت علی ؓ افضل واعلیٰ ہیں، لیکن

ایمان وتصدیق میں آپ امیر معاویہ سے زیادتی کے دعوے دار نہیں۔

اس عظیم ارشاد کے بعد اگر پھر بھی کوئی دریدہ دہن یہ کہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر رفقائے کار ناقص الایمان یا بالکل بے ایمان تھے، (معاذ اللہ) تو پھر ایسے بدزبان سے یہ پوچھا جاسکتا ہے، کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان وتصدیق کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے،؟ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ایمان اور امیر معاویہ کے ایمان کو برابر قرار دے رہے ہیں، اوران کی تصدیق کو اپنی تصدیق سے فروتر اور کم درجہ نہیں سمجھتے، جب تو امیر معاویہ کے بارے ناقص الایمان یا مفقود الایمان ہونے کا قائل اور معتقد ہے، تو اسی مساوات سے حضرت علی المرتضیٰ کو بھی یہی کہے گا، تیری محبت نے کیا کیا گل کھلائے، نہ محبوب کو بخشا اور نہ اس کے ساتھیوں کو معاف کیا، کیا یہ سب کچھ ترے اپنے باطن کا حال ظاہر نہیں ہو رہا،؟ ہاں یہ سچ ہے، منہ بد ذائقہ ہو، تو ہر میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے، قوت شامہ معطل ہو متعفن ہو، تو پھولوں کی مہک بھی بدبو لگے گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اور امیر معاویہ کے درمیان ایمان وتصدیق اور دعوت اسلام میں فرق نہ جانیں، اور ایک قتل عثمان کی غلط فہمی کو جنگ کا سبب قرار دیں، اور تو اس کو کفر واسلام کی ٹکر کہے، بخدا! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے رفقاء کے بارے میں بالکل صاف تھے، اور انہیں مومن ومسلمان سمجھتے تھے، اور یہی حق ہے، اور اسی کی اتباع چاہیے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

جنگ صفین کے شرکاء کے بارے میں اہلسنت وجماعت کا مسلک

تفسیر قرطبی

قال الحارث الاعور سئل عن علی بن ابی طالب رضی اللہتعالی عنه وهم القدوة عن قتال اهل البغی من اهل الجمل وصفین امشرکون هم ؟ قال لامن الشرك فرّوا فقيل امنافقون؟ قال لا لانّ المنافقين لا يذكرون الله الاّ قليلا.قيل له فما حالهم قال اخواننا بغوا علينا۔

(تفسیر قرطبی زیر آیت انما المؤمنون اخوة سورة الحجرات، جزنمبر 16 صفحہ نمبر 324 مطبوعہ قاہرہ)

(السنن الکبری للبیہقی کتاب قتال اہل البغی جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 173 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ: حارث اعور کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین کے شرکاء کے بارے میں پوچھا گیا، جنہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے مقابل لشکروں کے کرتا دھرتا تھے، کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا نہیں وہ تو شرک سے دور نکل بھاگ گئے ہیں، (یعنی شرک اب ان کے

قریب پھٹک تک نہیں سکتا، کیونکہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔) پھر پوچھا گیا اچھا تو وہ منافق ہوں گے، فرمایا ہرگز نہیں، کیونکہ منافقین تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں، (اور دونوں جنگوں کے شرکاء کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں) پھر دریافت کیا گیا، پھر ان کی کیا حالت ہے۔؟ فرمایا، ہمارے ہی بھائی ہیں جنہوں نے ہم سے بغاوت (زیادتی) کی۔

مجمع الزوائد

عن یزید بن الاصم قال قال علیؓ رضی اللہ تعالی عنہ قتلای وقتلی معاویۃ فی الجنۃ۔ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد از حافظ ابوبکر الہیثمی باب ماجاء فی معاویہ بن سفیان، جلد 5 ج 9 صفحہ 357 مطبوعہ مصر)

ترجمہ: یزید بن اصم راوی نے کہا، کہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے فرمایا کہ میرے اور امیر معاویہ ؓ کے درمیان لڑائی میں قتال کرنے والے اور شہید ہونے والے تمام جنتی ہیں، اس روایت کو امام طبرانی نے ذکر کیا، اور اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا گیا۔

اہل سنت و جماعت کی کتب میں یوں تو بہت سی روایات اس موضوع پر موجود ہیں لیکن ہم نے بطور نمونہ جو دو روایات ذکر کیں، ان کے مفہوم کو آپ نے پڑھ لیا، خاص کر مجمع الزوائد کی روایت کہ جس کے راویوں کی ثقاہت بھی ساتھ ہی موجود ہے، ان دونوں روایات میں واضح طور پر یہ کہا گیا، کہ خود حضرت علی المرتضیٰ ؓ امیر معاویہ ؓ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو جو جنگ صفین میں شریک تھے، اور ایک دوسرے کے ہاتھوں شہید ہوئے صاف صاف جنتی فرمایا، تو ہماری ان روایات اور کتب شیعہ سے ذکر کردہ روایات کا منبع حضرت علی ؓ ہیں، دونوں طبقوں نے جو اس بارے میں روایات ذکر کیں، ان سے صاف صاف عیاں ہے کہ اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ اور آپ کے تمام رفقاء مومن اور جنتی ہیں، لہٰذا ان حضرات کے بارے میں زبان لعن طعن دراز کرنا دراصل انہیں تو ملعون بنائے گا، بلکہ خود کہنے والا اپنی زبان سے اپنے اوپر لعن طعن کر رہا ہے، کیونکہ احادیث میں موجود ہے جو کسی ایسے شخص پر لعن طعن کرتا ہے جو اس کا مستحق نہیں، تو لعنت لوٹ کر اسی پر پڑتی ہے، جو لعنت کر رہا ہوتا ہے خود کتب شیعہ اس مضمون کی تائید کرتی ہیں ملاحظہ ہو۔

قرب الاسناد

قال (ابوعبداللہ) ان اللعنۃ اذا خرجت من صاحبہا تردّدت بینہا وبین الذی یلعن فان وجدت مساغا والا عادت الی صاحبہا وکان احق بہا

فاحذروا ان تلعنوا مؤمنا فیحل بکم۔

(قرب الاسناد صفحہ نمبر 7 مطبوعہ تہران طبع جدید، حلیۃ المتقین صفحہ نمبر 126 رعایت حقوق مومناں طبع قدیم ایران)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی لعنت کرنے والا کسی پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت ان دونوں یعنی لعنت کرنے والے اور جن پر لعنت کی گئی کے درمیان پھرتی ہے، اگر اسے کوئی راستہ مل جائے، (اور ایسی وجہ لعنت کئے جانے والے میں پالے، جو لعنت کا سبب بن سکتی ہے) تو اس کی طرف چلی جاتی ہے) اور اگر اس کی طرف کوئی راستہ نہ ملے تو جس نے کہی، اسی پر پلٹ جاتی ہے، اور وہی اس کا زیادہ حق دار بھی ہے، لہذا کسی مومن پر لعنت کرنے سے حد درجہ احتیاط برتو کہیں ایسا نہ ہو، کہ وہ لعنت خود تم پر آن پڑے۔

روایات بالا میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کسی مومن پر لعنت بھیجنے سے بڑی احتیاط کا حکم دے رہے ہیں، ورنہ وہ لعنت خود بھیجنے والے پر واقع ہو جائے گی، اب جبکہ کتب شیعہ اور کتب اہل سنت سے یہ بات بالاتفاق ثابت ہو چکی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقا قطعی اور پکے مومن ہیں، اور جنتی ہیں۔

تو پھر ان حضرات پر زبان لعن طعن دراز کرنا "فعل ملعون" نہیں تو اور کیا ہے؟

لہذا ان لوگوں سے مجھے امید ہے جو اس قسم کی واہی تباہی کہتے سنتے اور لکھتے پڑھتے ہیں، بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ باز آ جائیں گے، ورنہ ان کے اس طرز سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کا تو کچھ نہ بگڑے گا، بلکہ خود کہنے والا "ملعون" ہو گا، بھلے کی بات جہاں سے بھی ملے، لے لینی چاہیے، پھر جب ہمارے

تمہارے سب کے محترم کہیں، اس سے اعراض ابدی ذلت کے سوا کچھ عطا نہ کرے گا۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤٦

جنگ جمل کے مقتولین کے متعلق حضرت علی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اظہار خیال از کتب شیعہ

مروج الذہب

ووقف علی علی عبدالرحمن بن عتاب بن اسید ابن ابی العیص بن امیّة وهو قتیل یوم الجمل فقال له فی علیل یعسوب قریش قتلت الغطاریف من بنی عبدمناف شقیت نفسی وجدعت انفی فقال له الاشترما اشدّ جزعك علیهم ای امیر المومنین وقد ارادوابك مانزل بهم فقال انه قامت عنی وعنهم نسوة لم یقمن عنك وقد كان قتله فی ذالك الیوم الاشتر النخعی۔

(مروج الذہب للمسعودی ذکر موقعۃ الجمل جلد دوم صفحہ نمبر 371 مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: (جنگ جمل کے اختتام کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جنگ میں کام آنے والے مسلمانوں پر سے گذرے) تو عبدالرحمن بن عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کے لاشہ پر کھڑے ہوئے، جمل کے دن انہیں مارا گیا تھا، فرمایا، اے قریشی سردار! مجھے تیرے مرنے کا بہت افسوس ہے تو نے بنی عبد مناف کے بڑے

بڑے ناموروں کو قتل کیا، میرا دل چھلنی کر دیا، میری ناک کاٹ دی، تو اشتر نخعی نے کہا، آپ ان پر کتنا افسوس فرما رہے ہیں حالانکہ جو کچھ ہوا انہیں کی وجہ سے ہوا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر سے کہا آج کے دن میرے قبیلہ اور ان کے قبیلہ کی عورتیں روئیں گی، تجھے کوئی نہ روئے گی، یہ اشتر ہی تھا جس نے عبدالرحمن بن عتاب مذکور کو جنگ جمل میں قتل کیا تھا۔

قرب الاسناد

عن جعفر عن ابیه ان علیاً علیه السلام كان يقول لاهل حربه انالم تقاتلهم على التكفير لهم ولم نقاتلهم على التكفير لنا ولكنا راينا اناعلى الحق وراو انهم على حقّ۔ (قرب الاسناد جلد اول صفحہ نمبر 45 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق اپنے والد امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے شرکاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے انہیں از روئے کفر نہ مارا، اور نہ ہی انہوں نے بوجہ کفر ہمارا مقابلہ کیا لیکن بات یہ تھی کہ ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے آپ کو حق پر جانتے تھے۔

قرب الاسناد

عن جعفر عن ابیه ان علیاً علیه السلام لم یکن ینسب احدا من اهل حربه الى الشرك ولا الى

النفاق ولكن يقول هم اخواننا بغوا علينا۔

(قرب الاسناد فی روایات جعفر جلد اول صفحہ نمبر 45 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق اپنے والد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں شریک کسی کو بھی شرک اور نفاق کی طرف منسوب نہ کرتے تھے، (یعنی کسی کو مشرک یا منافق نہ سمجھتے تھے) بلکہ آپ فرماتے تھے، ہمارے بھائیوں نے ہی ہمارے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

روضۃ الصفاء

در روزے کہ آن واقعہ روئے نمود خلقی کثیر بقتل آمدند، عائشہ از وی پرسید کہ طلحہ کجا است، جواب داد کہ مقتول گشت باز پرسید کہ حال زبیر چوں است، گفت در اول نہار از لشکرگاہ بیروں رفت، و در آخر روز خبر قتل او شیوع یافت، و دیگرے از اصحاب راپرسید، جواب شنید، کہ او نیز بایاراں ملحق گردید صدیقہ گفت خدائی تعالیٰ برایشاں رحمت کند، خالد گفت از یاراں و ہواداران علی زید بن صوحان نیز کشتہ گشت عائشہ گفت او نیز از جملہ مرحومان است، خالد پرسید کہ آیا خدائی تقدس وتعالیٰ ایں دو طائفہ را کہ خلاف یکدیگر ورزیدہ وشمشیر بر دی ہم کشیدہ اند در یک مکان جمع کند عائشہ فرمود کہ رحمت باری سبحانہ وتعالیٰ از ہرچہ دربیان آید وسیع تر است، وہیچکس را در افعال او مجال چون وچرا نیست۔

(روضۃ الصفاء جلد دوم ذکر خلافت امیر المومنین صفحہ نمبر 489 مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ: (خالد ابن داشمہ، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک علم

وفضل کی وجہ سے منفرد وممتاز مقام رکھتا تھا۔) اس دن کہ جب جنگ جمل ہوئی، خالد، مائی صاحبہ ؓ کے پاس حاضر ہوا، بہت سے لوگ مارے جاچکے تھے، سیدہ صدیقہ نے خالد سے پوچھا طلحہ کہاں ہیں؟ جواب دیا قتل ہوگئے، پھر پوچھا، زبیر کا حال کیسا ہے؟ کہا جنگ کے شروع میں لشکر گاہ سے وہ گئے، اور دن ڈھلے ان کے قتل کی خبر پھیل گئی، بعض اور ساتھیوں کے بارے میں پوچھا، تو کہا، وہ بھی اپنے دوستوں سے مل چکے ہیں، (یعنی قتل ہو چکے ہیں) سیدہ صدیقہ نے فرمایا اللہ تعالی ان پر رحمت کرے، خالد نے پوچھا حضرت علی کے نام لیواؤں اور خیر خواہوں میں سے زید بن صوحان بھی قتل ہو گیا، حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا، وہ بھی اللہ کی رحمت میں ہے، خالد نے پوچھا، کہ کیا اللہ تعالی ان دونوں لشکروں کو جنہوں نے ایک دوسرے کے خلاف تلواریں چلائیں، ایک ہی جگہ اکٹھا کرے گا؟ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے فرمایا، اللہ تعالی کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے، اور کسی شخص کو اس (اللہ) کے افعال میں چون وچرا کرنے کی مجال نہیں ہے۔

مروج الذہب، قرب الاسناد اور روضۃ الصفاء سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

① جنگ جمل میں حضرت علی ؓ نے مد مقابل کے شہداء کے بارے میں فرمایا کہ مجھے ان کی شہادت پر بہت افسوس ہے، کیونکہ جو لوگ قتل ہو گئے

وہ نہ تو میرے دشمن تھے، اور نہ ہی ہم میں بیگانگی تھی، لہذا ان کا قتل ہو جانا گویا اپنا ہی نقصان ہوا ہے۔

② حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے بالکل واضح الفاظ میں فرمایا، کہ جنگ جمل میں میرے مد مقابل نہ تو کافر ومشرک تھے، اور نہ ہی منافق، ہماری لڑائی ان وجوہات کی بنا پر نہیں ہوئی، بلکہ ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھ کر لڑ رہا تھا، یعنی میں اور میرے ساتھی یہ سمجھتے تھے کہ میری خلافت برحق ہے اور اس کی مخالفت، بغاوت کے مترادف ہے، اور میرے مد مقابل اس نظریہ پر لڑے تھے کہ حضرت عثمان ؓ کے قاتلوں سے قصاص نہ لینے والے اسلام کے خیر خواہ نہیں۔

③ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ نے خالد ابن واشمہ کے استفسار میں فرمایا کہ جنگ جمل میں دونوں طرف کے کام آنے والے مسلمان شہید ہیں اور وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہیں۔

الحاصل

حضرت علی المرتضیٰ ؓ اور سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ کے ارشادات مقتولین جنگ جمل کے بارے میں آپ نے پڑھے، ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کو مقتولین جمل کا گہرا صدمہ ہوا، اور حسنِ اعتقاد کی یہ نشانی تھی، کہ اس جنگ میں دونوں طرف سے کام آنے والے مسلمانوں کو یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق اور جنتی قرار دیتے ہیں، بلکہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے تو بات ہی صاف کردی فرمایا، ان مقتولین میں سے کوئی کافر، مشرک یا منافق نہ تھا، وہ تو میرے اپنے ہی تھے ان کی موت سے میرا اپنا نقصان ہوا، گویا میں نے اپنی ناک کاٹ لی، ان

واضح ارشادات کے بعد بھی اگر کوئی بدذات جنگ جمل میں دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کو یا سب کو کافر یا منافق کہے، تو قارئین کرام! آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس کا قول اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا واضح ارشاد ان دونوں میں سے کونسا قابل قبول ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ یقیناً سچے ہیں، لہٰذا ان کی بات ہی قابل قبول ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مقتولین جمل کا انتہائی صدمہ ہوا، جو آپ کی زندگی کے آخری لمحات تک بھی نہ گیا، شیعہ مصنف حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس افسوس کو یوں نقل کرتا ہے۔

قالت والله لوددت انی مت قبل هذا الیوم بعشرین سنة. وخرج من عندها فاتی علیا فقال له علی والله لوددت انی مت من قبل الیوم بعشرین سنة۔

(کامل ابن اثیر ذکر مسیر علی الی البصرة جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 254 مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: (قعقاع ابن عمر جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوا، تو دوران گفتگو آپ نے از راہ افسوس فرمایا، کہ خدا کی قسم! میں اگر اس دن (جنگ جمل کے دن) سے بیس سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکی ہوتی (تو بہت اچھا تھا، تاکہ میں یہ واقعہ نہ دیکھ پاتی) پھر قعقاع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، تو اسی موضوع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا، میں تمنا کرتا تھا کہ اس دن کے آنے سے بیس برس پہلے مجھے موت آجاتی، (تو بہت اچھا ہوتا)۔

کامل ابن اثیر میں اسی مقام پر یہاں تک مذکور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کسی مقتول کے پاس کھڑے ہوتے، تو بڑے دکھ درد کا اظہار فرماتے، حتیٰ کہ جب آپ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی میت پر تشریف لائے، تو از راہِ افسوس إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، اور حلفیہ فرمایا:

"اے ابو محمد! تمہارا ارادہ ہمارے ساتھ لڑنے کا نہ تھا، (یعنی قاتلانِ عثمان کے مکر و فریب نے ہمارے درمیان جنگ کروادی، ورنہ ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی)۔"

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بصری اور کوفی مقتولین کو جمع کروایا، اپنے اور مخالف فریق دونوں کے مقتولین کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

وصلی علی قتلی اهل البصرة والکوفة وصلی علی قریش من هولاء۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصری اور کوفی مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی، اور ادھر دونوں طرف کے قریشی مقتولین کی بھی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے، کہ نماز جنازہ دراصل میت کے لئے اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت ہوتی ہے، اب ہم اہل تشیع سے پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ نماز جنازہ میں اقتداء کرنے والوں کی ان مرنے والوں کے بارے میں استغفار قبول ہوئی، یا رد کر دی گئی؟ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تم مستجاب الدعوات سمجھتے ہو یا کہ نہیں،؟ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا کو تم اللہ کی بارگاہ میں مقبول و منظور سمجھتے ہو، تو تمہیں اس مقام پر دو باتیں لازماً ماننا پڑیں گی، اول یہ کہ حضرت علی نے جن کی نماز جنازہ پڑھائی، وہ کافر نہ تھے، مشرک نہ تھے، منافق نہ تھے (جیسا کہ خود حضرت علی نے ان کے بارے میں فرمادیا ہے۔) دوسری یہ کہ اگر ان کے چھوٹے موٹے گناہ

تھے بھی تو وہ ان حضرات کی دعا کے صدقہ معاف ہو گئے، اور وہ پکے مومن ہونے کے ساتھ مغفور بھی ہوئے۔

تبصرہ

مذکورہ عبارات نے واضح کر دیا ہے، کہ خلیفہ چہارم سردار ائمہ اہل بیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوئے ظن کی بجائے عقیدت و احترام تھا، انہیں اپنا بھائی سمجھتے تھے، اور ان کی طرف سے لڑنے والوں کو بھی مومن اور جنتی سمجھتے تھے، لہٰذا جو شخص علی المرتضیٰ سے محبت کا دعوے دار ہے، اسے آپ کے ارشادات کو دل میں جگہ دینی چاہئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جنتی ہونے کا عقیدہ رکھ کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

فصل ششم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی

نہج البلاغہ

وقد سمع قوما من اصحابه يسبون اهل الشام ايام حربهم بصفين انى اكره لكم ان تكونوا سبا بين ولكنكم لو وصفتم اعمالهم وذكرتم حالهم كان اصوب فى القول وابلغ فى العذر وقلتم مكان سبكم اياهم اللهم احقن دماء نا ودماء هم واصلح ذات بيننا وبينهم واهدهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق من جهله ويرعوى عن الغى والعدوان من لهج به۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 206 صفحہ نمبر 323 مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

ترجمہ: جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے چند آدمیوں سے شامیوں کے بارے میں گالی سنی، تو فرمایا میں تمہیں گالی دینے والا سن کر بہت خفا ہوتا ہوں، کیا بہتر ہوتا، کہ تم گالی کی بجائے ان

کے اچھے کام اور ان کی خوبی ء حالت بیان کرتے، اور تم گالی کی جگہ
ان کے لئے یہ کلمات کہتے، اے اللہ، ہمارے اور ان کے خون کو
گرنے سے بچا، اور ہمارے درمیان صلح وصفائی پیدا فرمادے، اور
انہیں گمراہی سے ہدایت عطا فرما، یہاں تک کہ حق کو اس سے ناواقف
جان لے اور جھگڑالو شخص جھگڑے اور باہمی نزاع سے باز رہ جائے۔

الاخبار الطوال

قالوا وبلغ عليا ان حجربن عدى وعمرو بن الحمق
يظهران شتم معاوية ولعن اهل الشام فارسل
اليهما ان كفا عما يبلغني عنكما فاتياه فقالا ياامير
المؤمنين السنا على الحق وهم على الباطل قال بلى
ورب الكعبة المسدنة قالوا فلم تمنعنا من شتمهم
ولعنهم قال كرهت لكم ان تكونوا شتامين لعّانين
ولكن قولوا اللهم احقن دماء نا ودماء هم واصلح
ذات بيننا وبينهم واهدهم من ضلالتهم حتى
يعرف الحق من جهله ويرعوى عن الغى من لهج به۔

(الاخبار الطوال ذکر واقعہ صفین صفحہ نمبر 165 مصنفہ احمد بن داؤد الدینوری مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جنگ صفین میں خبر ہوئی، کہ حجر بن عدی
اور عمرو بن حمق دونوں حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں،
اور شامیوں پر لعنت کرتے ہیں، تو آپ نے ان کو کہلا بھیجا، کہ جو کچھ
تمہارے بارے میں مجھے خبر ملی ہے، اس سے باز رہو، دونوں حاضر

خدمت ہوئے، اور کہنے لگے اے امیر المومنین! ہم حق پر نہیں؟ اور وہ
باطل پر نہیں،؟ حضرت نے فرمایا، رب کعبہ کی قسم! ایسا ہی ہے،
تو انہوں نے عرض کی، پھر آپ ہمیں گالی گلوچ اور لعن طعن سے کیوں
روکتے ہیں؟ فرمایا میں اسے اچھا نہیں سمجھتا، کہ تم دونوں گالی دینے
والے اور لعنت کرنے والے ہو جاؤ، لیکن اگر کچھ کہنا چاہتے ہو، تو یوں
کہو، اے اللہ! ہمارے اور ان کے خون کو محفوظ فرما، اور ہم میں صلح
پیدا فرما اور انہیں غلط راہ سے ہدایت عطا فرما، حتی کہ انجان حق کو
پہچان جائے اور جھگڑالو جھگڑے سے رک جائے۔

امیر معاویہ اور آپ کے رفقاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایمان کے پورے شرائط پائے جاتے تھے

نہج البلاغہ

ومن كتاب له عليه السلام كتبه الى اهل الامصار
يقص فيه ماجرى بينه وبين اهل صفين وكان بدء
امرنا انا التقينا والقوم من اهل الشام والظاهر ان
ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا فى الاسلام
واحدة ولانستزيدهم فى الايمان بالله والتصديق
برسوله ولا يستزيدوننا الامر واحد الاما اختلفنا
فيه من دم عثمان ونحن منه براء۔

(نہج البلاغہ خطبہ 58 صفحہ نمبر 448 مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اکثر شہروں کے معززین کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے یہ خط تحریر فرمایا ہے جس میں ماجرائے جنگ صفین کا بیان ہے، ہماری اس ملاقات (لڑائی) کی ابتداء جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی، کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے، رسول ایک ہے، دعوتِ اسلام ایک ہے (جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں، ویسے ہی ہم بھی) ہم خدا پر ایمان لانے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں، نہ وہ ہم پر فضل اور زیادتی کے طلب گار ہیں، ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں، مگر وہ ابتداء یہ ہوئی، کہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ میں اختلاف پیدا ہو گیا، حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔

امالی طوسی

شیخ ابوجعفر طوسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایا کو جمع کیا، جو آپ نے اپنے دوستوں کے لئے لکھیں، ان میں سے ایک یہ تھی۔

واوصیکم بالصلوٰۃ، والزکوۃ، والجهاد... واوصیکم باصحاب نبیکم لاتسبوهم الخ

(الامالی للشیخ طوسی جلد دوم الجزء الثامن من عشر صفحہ نمبر 136 مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: میں تمہیں نماز، زکوٰۃ اور جہاد کی وصیت کرتا ہوں، اور یہ بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی مت نکالنا۔

کشف الغمہ

وعن ابی بکرة قال بینما النبی صلی الله علیه وسلم یخطب اذ صعد الیه الحسن فضمه الیه وقال ان ابنی هذا سید وان الله لعله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین عظیمتین۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ تذکرہ امام حسن فی علمہ جلد اول صفحہ نمبر 546 مطبوعہ تبریز)

ترجمہ: ابی بکرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران یکا یک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے، تو آپ نے انہیں سینے سے لگایا، اور فرمایا، میرا یہ بیٹا سید ہے، اور اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

1. حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ کوئی شخص شامیوں کو محض اس لئے برا بھلا کہے، کہ وہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر کے مقابل تھے۔
2. جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے سنا، تو فرمایا مجھے یہ ہرگز پسند نہیں، کہ میں تمہیں سب وشتم اور لعن طعن کرنے والا دیکھوں تمہیں سوئے ظن سے کام نہیں لینا چاہیے۔
3. جو لوگ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں، کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرنے پر اتر آتے ہیں، ان کو معلوم ہونا

چاہیے کہ اس جنگ کی وجوہات خود حضرت علی ؓ نے بیان فرمادیں، جب دونوں فریق ایک خدا ایک رسول، ایک دین کی دعوت پر متفق ہیں، تو گالی گلوچ کس لئے۔

④ آپ نے وضاحت فرمادی، کہ حضرت عثمان غنی ؓ کے شہید کرنے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ تھا، یہ غلط ہے، اس کی واضح دلیل یہ ہے، کہ جب حضرت عثمان کے قتل کے لئے ان کا محاصرہ کیا گیا، تو حضرت علی ؓ نے اپنے دونوں لخت جگر حضرت حسنین کریمین کو ان کے دروازہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا، اور شہادت کے بعد ان دونوں کے منہ پر حضرت علی نے غفلت برتنے پر طمانچے بھی مارے، خود شیعہ مجتہد "مروج الذہب" میں لکھتا ہے۔

مروج الذہب

ودخل علی الدار وهو كالواله الحزين وقال لابنيه كيف قتل امير المومنين وانتما على الباب؟ وطلم الحسن وضرب صدر الحسين وشتم محمد بن طلحة ولعن عبد الله بن الزبير۔

(مروج الذہب ذکر ذی النورین عثمان بن عفان ؓ جلد دوم صفحہ نمبر 345 مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: شہادت عثمان ؓ کے بعد حضرت علی ان کے گھر غم زدہ داخل ہوئے اور اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا تم دونوں دروازے پر تھے، تو ایسے میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے؟ اس کے بعد امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا، اور امام حسین کے سینہ پر مکا رسید کیا، محمد بن طلحہ کو برا

بھلا کہا اور عبد اللہ بن الزبیر کو لعن طعن کیا۔

⑤ آپ نے اپنے محبین کو بھی یہ وصیت فرمائی کہ احکام الٰہیہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ کسی صحابی رسول کو دشنام نہ دینا۔

⑥ جن دو مسلم جماعتوں کے درمیان امام حسن ؓ نے صلح کرائی، وہ دونوں لشکر امیر معاویہ اور امام حسن کے تھے، چونکہ حضور ﷺ نے دونوں گروہوں کو مسلمان فرمایا، اس لئے گروہ امیر معاویہ بھی مسلمان تھے، جیسا کہ گروہ حسن ؓ مسلمان تھے، جب نگاہ نبوت اور ارشاد پیغمبر سے ثابت ہوگیا، کہ امیر معاویہ ؓ بمعہ احباب مسلمان تھے، تو ان پر لعنت بھیجنا دراصل اپنی آخرت برباد کرنا ہے، اور خود لعنتی بننا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

فصل ہفتم

حسنین کریمین کا حضرت امیر معاویہ ؓ کی بیعت کرنا اور تادمِ آخر اس پر قائم رہنا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، کہ سیدنا امام حسن اور حسین ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور باوجود اس کے کہ لوگوں نے بہت اکسایا، لیکن پھر بھی تاحین حیات اسی بیعت پر قائم رہے، اور نہ ہی امیر معاویہ ؓ نے ان شرائط میں کمی بیشی یا کوتاہی کی، جو بوقت بیعت ان کے اور حسنین کریمین کے درمیان طے پائی تھیں، یہی وجہ ہے کہ حسنین کریمین ان سے ہمیشہ خوش رہے، اور ان کی طرف سے آنے والے ہدایا اور نذرانوں کو بخوشی قبول فرماتے رہے، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے باوجود شیعہ لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ "حسنین کریمین نے نہ تو امیر معاویہ ؓ کی بیعت کی، اور نہ ہی ہماری کسی کتاب میں اس کا ثبوت ہے" یہ دونوں باتیں انہیں کرنا ہی پڑتی ہیں، کیونکہ اگر ان کی کتب سے ان حضرات کا بیعت کرنا ثابت اور درست نکلے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ حسنین کریمین نے امیر معاویہ ؓ کو اپنا امام اور امیر المومنین تسلیم کرلیا، تو ان شیعہ لوگوں کو بھی امامت وخلافت امیر معاویہ تسلیم کرنا پڑے گی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ واقعہ کربلا کے پیچھے یہی بات تھی، کہ حضرت امام حسین ؓ یزید بن معاویہ کو فاسق وفاجر سمجھتے تھے جس کی بنا پر تمام احباب واہل خانہ کی شہادت قبول کی، لیکن بیعت یزید نہ کی، تو اگر بیعت حسنین ثابت ہو جائے، تو اس کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ ؓ مومن اور امام برحق ٹھہرے۔

اب تو انتہا ہو رہی ہے کہ پہلے جن کتب شعیہ میں "بیعت حسنین" کا لفظ آتا تھا، اب وہاں اس کی بجائے لفظ "صلح" درج ہو رہا ہے، جن کی عنقریب ہم نشاندہی کریں گے آئیے ان کی کتب کا ملاحظہ کریں۔

رجال کشی

قیس بن سعد بن عبادۃ جبرئیل بن احمد وابو اسحق حمدویه وابراهیم ابنا نفیر قالوا حدثنا محمد بن عبد الحمید العطار الکوفی عن یونس بن یعقوب عن فضل غلام محمد بن راشد قال سمعت ابا عبد الله علیه السلام یقول ان معاویة کتب الی الحسن بن علی صلوات الله علیهما ان اقدم انت والحسین واصحاب علی فخرج معهم قیس بن سعد بن عبادة الانصاری وقدموا الشام فاذن لهم معاویة واعدلهم الخطباء وقال یاحسن قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین علیه السلام قم فبایع فقام فبایع ثم قال یاقیس قم فبایع فالتفت الی الحسین علیه السلام ینظر مایامره فقال یا قیس انه امامی

یعنی الحسن علیہ السلام۔

(رجال کشی ذکر قیس ابن سعد صفحہ نمبر 102 مطبوعہ کربلا)

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا، کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن بن علی کی طرف رقعہ لکھا، جس میں تحریر تھا، کہ تم (حسن) حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کو لے کر میرے ہاں تشریف لاؤ، امام حسن جب انہیں لے کر نکلے، تو ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی تھے، شام پہنچے، تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی اور ان کے لئے خطیب مقرر کیے، پھر کہا، اے حسن! اٹھیے اور بیعت کیجئے، وہ اٹھے اور بیعت کی، پھر امام حسین کو کہا، آپ اٹھیے اور بیعت کیجئے، تو انہوں نے اٹھ کر بیعت کر لی، پھر قیس کو کہا، تم بھی اٹھو، اور بیعت کرلو، تو اس نے امام حسین کی طرف اس ارادے سے دیکھا، کہ آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قیس! امام حسن رضی اللہ عنہ میرے امام ہیں، (یعنی ان کی بیعت کر لینے کے بعد ہمیں تردد نہیں ہونا چاہیے۔)

صلح میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی شرط کہ معاویہ سنتِ خلفاءِ راشدین پر عمل کریں گے

کشف الغمہ

ومن کلامہ علیہ السلام ما کتبہ فی الصلح الذی

استقر بینه وبین معاویة حیث رأی حقن الدماء واطفاء الفتنة وهو بسم الله الرحمن الرحیم هذا ما صالح علیه الحسن بن علی بن ابی طالب معاویة بن ابی سفیان صالحه علی ان یسلم الیه امر المسلمین علی ان یعمل فیهم بکتاب الله تعالی وسنة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وسیرة الخلفاء الراشدین ولیس لمعاویة بن ابی سفیان ان یعهد الی احد من بعده عهدا بل یکون الامر من بعده شوری بین المسلمین وعلی ان الناس امنون حیث کانوا من ارض الله شامهم وعراقهم وحجازهم ویمنهم۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ تذکرہ امام حسن فی کلامہ ومواعظہ جلد اول صفحہ 570 مطبوعہ تبریز)

ترجمہ: امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو صلح نامہ لکھا گیا، اس میں یہ بھی تھا، ”اللہ کے نام سے شروع جو مہربان اور رحیم ہے۔“ صلح کی اولین شرط یہ ہے، کہ میں تمہیں مسلمانوں کی امامت سپرد کر رہا ہوں تاکہ ان میں تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ برتاؤ کرو، اور سیرۃ خلفاء راشدین تمہارے سامنے ہو، اور دوسری شرط یہ کہ اے معاویہ بن ابوسفیان! تمہیں اس معاہدہ کے بعد کسی کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی، بلکہ وقت آنے پر معاملہ خلافت وامامت مسلمانوں کے باہمی مشوروں سے حل ہوگا، اور تیسری شرط یہ ہے کہ لوگ سب امن میں ہوں گے، چاہے وہ شام وعراق،

حجاز اور یمن میں ہوں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو دنیا و مافیہا سے افضل جانا

احتجاج طبرسی

عن حنان بن سدير عن ابيه سدير عن ابيه عن ابی سعيد عقيصی قال لما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب معاوية بن ابی سفيان دخل عليه الناس فلامه بعضهم علی بيعته فقال عليه السلام ويحكم ماتدرون ماعملت والله للذی عملت لشيعتی خير مما طلعت عليه الشمس اوغربت الا تعلمون انی امامكم ومفترض الاطاعة عليكم واحد سيدی شباب اهل الجنة بنص من رسول الله علی۔

(احتجاج طبرسی احتجاج الحسن علی من انکر علیہ جلد دوم صفحہ نمبر 9 مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید وقدیم)

ترجمہ: جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، تو کچھ لوگوں نے آ کر ان کے بیعت کر لینے پر ان کی ملامت کی تو اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تمہاری بربادی ہو، تم نہیں جانتے، میں نے جو کچھ کیا، اللہ کی قسم! دنیا و مافیہا سے میرے شیعوں کے لئے بہتر ہے، کیا تم جانتے، کہ میں تمہارا امام ہوں۔ اور تم پر میری اطاعت لازم کر دی گئی، اور میں جنت کے دو سرداروں میں

ایک ہوں، جن کی سیادت کو حضور ﷺ نے بطور نص بیان فرمایا۔

جلاء العیون

در کتاب احتجاج روایت کردہ اس کہ چوں حضرت امام حسن با معاویہ صلح کرد مردم بخدمت آنحضرت آمدند، بعض ملامت کردند اورا بہ بیعت معاویہ، حضرت فرمود، وای بر شما نمیدانید کہ من چکار کردہ ام برائے شما بخدا سوگند کہ آنچہ من کردہ بہتر است از برائے شیعیان من از آنچہ آفتاب برآن طالع میکرد، آیا نمیدانید کہ من امام واجب الاطاعہ شمائم، و یکے از بہترین جوانان بہشت بنص حضرت رسالت ﷺ گفتند بلی، پس فرمود آیا نمیدانید کہ آں چہ خضر کرد موجب غضب حضرت موسیٰ علیہ السلام شد، چوں وجہ حکمت براو مخفی بود و آنچہ حضر کردہ بود نزد حق تعالی عین حکمت و صواب بود آیا نمیداند کہ ہیچ یک از ما نیست مگر آنکہ در گردن او بیعتی از خلیفہ جوری، کہ در زمان او ہست واقع می شود مگر قائم ما۔

(جلاء العیون تذکرہ امام حسن جلد اول صفحہ نمبر 403 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: کتاب ''احتجاج'' میں روایت کی گئی ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی، لوگ امام حسن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، بعض نے تو حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر ملامت بھی کی، امام موصوف نے فرمایا، افسوس تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہارے لئے کیا کیا ہے،؟ خدا کی قسم! میں نے جو کچھ اپنے شیعوں کی خاطر کیا وہ ہر اس چیز سے بہتر ہے، جس پر سورج طلوع ہوتا ہے، تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا واجب الاطاعت امام

ہوں، اور حضور ﷺ کی نص کے ساتھ نوجوانان جنت کے دوسر داروں
میں سے ہوں، لوگوں نے کہا کہ۔ ہاں آپ واقعی ایسے ہیں، پھر
فرمایا، کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ حضرت خضر علیہ السلام نے کیا اسے دیکھ
کر جناب موسیٰ کو غصہ آ گیا تھا، کیونکہ حکمت کی وجہ ان سے مخفی تھی،
اور جو کچھ حضرت خضر نے کیا تھا، اللہ کے نزدیک عین حکمت وصواب
تھا، کیا تم نہیں جانتے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔
مگر یہ کہ اس کے گردن میں بیعت خلیفہ جورزمان سے واقع ہوئی ہے مگر
ہمارقائم۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس کو صحابہ کرام صحیح سمجھتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے

مروج الذہب

وکان المغیرۃ بن شعبۃ قال لزیاد قبل قدومه علیٰ
معاویۃ ادع بالغرض الاقصیٰ ودع عنك الفضول
فانّ ھذا لا یمدّ الیه احد یدا الاالحسنین علی وقد
بایعا لمعاویۃ فخذ لنفسك قبل التوطین۔

(مروج الذہب للمسعودی ذکر معاویہ ابن ابی سفیان جلد سوم صفحہ نمبر 7 مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو امیر معاویہ کے پاس پہنچنے سے قبل

فرمایا، دور دراز کی خواہشات چھوڑ دے، اور فضولیات کو خیر باد کہہ
دے اور حالت یہ کہ انہوں نے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے
تو اب تمہیں لوگوں کو ہمنوا بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، لوگوں
کو اپنی طرف مائل کرنے کی بجائے اپنے نفس کی حفاظت کرنی
چاہیے (یعنی امیر معاویہ کی امام حسن بیعت کر چکے، تو تمہیں حیل
وحجت سے اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے، اور بیعت کر لینی چاہیے)

امام حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے برانگیختہ کرنے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو نہیں توڑا بلکہ قیس کو ان کی بیعت کا حکم دیا

مقتل

حین صالح معاویۃ بن ابی سفیان وھو یومئذ
بالکوفۃ فتقدم سلیمان الی الامام فقال یابن بنت
رسول اللہ انا متعجبون من بیعتك لمعاویۃ ومعك
اربعون الف مقاتل من اھل الکوفۃ کلھم یاخذون
العطایا ومثلھم من ابنائھم سوی انصارك من
اھل البصرۃ واھل الحجاز ولم تاخذ لنفسك ثقۃ فی
العھد ولا حظا فی العطیۃ۔

ذرا آگے امام حسن کا جواب یوں مذکور ہے۔

ولکنی رایت مالم ترون واشھد اللہ انی لم ارد بذلك

الاحقن دمائکم واصلاح شانکم فارضوا بقضاء اللہ وسلموا الیہ الامر والزموا بیوتکم۔

(مقتل ابی مخنف در مقدمہ صفحہ نمبر 2,3 مطبوعہ مکتبہ حیدریہ نجف اشرف ۱۳۷۵ھ)

ترجمہ: جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی، اس وقت امام حسین کوفہ میں تھے، تو "سلیمان" نامی ایک شخص حضرت امام کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا، اے بنت رسول کے فرزند! ہم امیر معاویہ کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کرلینے سے بڑے حیران ہیں چالیس ہزار کوفی جنگ جو، آپ کے ساتھ ہیں، سب کے سب آپ کے وظیفہ خوار ہیں، اور اتنی ہی تعداد میں ان کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ ہیں، یہ سب ان حضرات کے علاوہ ہیں، جو بصرہ اور حجاز میں آپ کے جانثار ہیں، تو اتنی قوت کے ہوتے ہوئے آپ نے نہ کوئی اپنی خاطر مضبوط عہد لیا، اور نہ ہی اپنے جانثار وظیفہ خواروں سے کوئی صلہ حاصل کیا، (اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا) ٹھیک ہے امیر معاویہ قوت میں مجھ سے زیادہ نہ تھے، لیکن جو مجھے نظر آرہا ہے، تم اس سے اندھے ہو، اور قسمیہ کہتا ہوں، کہ تمہارے خون کی حفاظت کے سوا میرا کوئی ارادہ نہ تھا، اور تمہارے معاملات کی اصلاح ہی میرے پیش نظر تھی، تو تم اللہ کی قضا پر راضی ہو جاؤ، اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کردو، اور اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھ جاؤ، (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کی کوئی ضرورت نہیں)

جلاء العیون

او بہ چہار ہزار کس بکناری رفتہ بود و با معاویہ در مقام مخالفت خود چوں

دید کہ حضرت صلح کرد مضطر شد بمجلس معاویہ درآمد متوجہ حضرت امام حسین شد واز آنحضرت پرسید، کہ بیعت بکنم، حضرت اشارہ بحضرت امام حسن کرد فرمود، کہ او امام منست واختیار باو است ہر چند میگفتند دست دراز نمیکرد تا آنکہ معاویہ از کرسی بزیر آمد دست بردست اوگذاشت بروایتی دگر بعد از آنکہ حضرت امام حسن علیہ السلام او را امر بیعت کرد۔

(جلاء العیون زندگانی امام حسن مصالحہ آن حضرت با معاویہ جلد اول صفحہ نمبر 395 مطبوعہ تہران)

ترجمہ: قیس نے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ علیحدہ جنگ کے مقام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، تو جب دیکھا، کہ امام حسن صلح کر چکے ہیں، مجبوراً معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا، اور ان سے پوچھا، کہ میں بیعت کرلوں،؟ آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ وہ میرے امام ہیں اور اس معاملہ میں اختیار انہیں کو ہے، لوگوں نے بہت کہا، لیکن "قیس" نے بیعت کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا، حتی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کرسی سے نیچے اترے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا ایک دوسری روایت کے مطابق "قیس" نے اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی، جب کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں بیعت کرلینے کا حکم دیا تھا۔

نوٹ

مذکورہ بالا عربی اور فارسی حوالہ جات میں لفظ "بیعت" جو صراحۃً موجود ہے "جلاء العیون" کے مترجم "سید عبدالحسین شیعی" نے اس کا ترجمہ لفظ "صلح" سے کیا ہے، ملاحظہ

ہو جلاء العیون مترجم جلد وا لصفحہ نمبر 418 اور "قیس" کو حضرت امام حسن ؓ کا بیعت کرنے کا حکم دینا اس بات کو مترجم نے ترجمہ میں بالکل ہی کاٹ دیا ہے، اس کے لئے ملاحظہ ہو، اسی کتاب کا صفحہ نمبر 413 یہ ہے اندھا تعصب، خدا ہدایت دے۔

ایک بے بنیاد الزام کی تردید

جب شیعہ حضرات اپنی کتب میں بہت سے دلائل ایسے پاتے ہیں جن میں حسنین کریمین ؓ کا امیر معاویہ ؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہوتا ہے، تو اس حقیقت سے انکار کے لئے ان کے ہاں بہت سے الزامات تراشے جاتے ہیں، ان میں سے ایک یہ الزام بھی ہے، اور غالباً یہی بنیادی الزام ہے کہ جن شرائط پر فریقین میں صلح طے پائی تھی، اور بیعت وجود میں آئی تھی، ان میں امیر معاویہ ؓ نے عہد شکنی کی، جس کی وجہ سے حسنین کریمین نے بیعت توڑ دی، آئیے اس الزام کی صداقت کو دیکھیں، ہم انہی کی کتب سے ثابت کریں گے کہ یہ الزام غلط ہے، اور خود انہوں نے بھی اس کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے لہذا ہم اس کو کسی حالت میں نہیں توڑیں گے

الاخبار الطوال

قال فخرج من عنده، ودخل على الحسين رضی الله مع

عبيدة بن عمرو فقالا اباعبد الله اشربتم الذل بالعز وقبلتم القليل وتركتم الكثير اطعنا اليوم، واعصنا الدهر. دع الحسن ومارای من هذا الصلح واجمع اليك شيعتك من اهل الكوفة وغيرها وولني وصاحبي هذه المقدمة فلا يشعر ابن هند الا ونحن نقارعه بالسيوف فقال الحسين انا قد بايعنا وعاهدنا ولاسبيل الى نقض بيعتنا۔

(الاخبار الطوال تذکرہ زیاد بن امیہ صفحہ نمبر 220 طبع بیروت)

ترجمہ: حجر بن عدی امام حسین ؓ کو سخت ملامت کرنے کے بعد باہر نکلا، اور عبیدہ بن عمرو کے ساتھ امام حسین ؓ کے پاس آیا، دونوں نے کہا، اے ابوعبداللہ! عزت دے کر تم نے ذلت خریدی، تھوڑا لیا اور کثیر کھو دیا، آج ہماری سن لیجئے، پھر ساری زندگی ہماری نہ ماننا، امام حسن کو چھوڑ دو، اور ان کی طے پائی صلح توڑ دو کوفہ وغیرہ کے اپنے تمام شیعوں کو جمع کیجئے، اور اس مقدمہ کا مجھے اور میرے اس ساتھی کو ولی مقرر فرما دیجئے، ابن ہند امیر معاویہ کو اس کا اس وقت علم ہو، جب ہم اس کے دروازوں کو تلواروں سے کھٹکھٹا رہے ہوں، (یہ سن کر) امام حسین ؓ نے فرمایا، ہم تحقیق بیعت کر چکے، اور باہمی عہد کر چکے لہذا ہمارے اس بیعت کے توڑنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

حاصل کلام

شیعوں نے امام حسین ؓ کو امیر معاویہ کے ساتھ طے شدہ صلح اور بیعت

کے توڑنے پر ہر طرح مجبور کیا، اور بھڑکیلے الفاظ کہے، لیکن امام موصوف نے ان کے سرکردہ "حجر ابن عدی" کو جھڑک دیا، اور فرمایا، حسین کٹ تو سکتا ہے، لیکن باطل کے سامنے سرنگوں نہیں ہو سکتا، سید نہ وعدے و معاہدے سے پھرتا ہے، اور نہ ہی اس کے بیعت کر لینے کے بعد اس کو توڑا جا سکتا ہے، چنانچہ امیر معاویہ ؓ کی ہم بیعت کر چکے، ان سے معاہدہ ہو گیا، اب اس کے توڑنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں، لہذا معلوم ہوا، کہ نہ ہی امیر معاویہ ؓ نے عہد شکنی کی اور نہ ہی حسنین کریمین نے بیعت توڑی، شیعہ جو کچھ کہتے ہیں، وہ سراسر افسانہ اور باطل ہے۔

امام حسن ؓ نے فرمایا میرے ماننے والوں پر میری اتباع لازم ہے لہذا وہ امیر معاویہ ؓ کی مخالفت نہ کریں

کشف الغمہ

لما تم الصلح وانبرم الامر التمس معاوية من الحسن عليه السلام ان يتكلم بجمع من الناس ويعلمهم انه قد بايع معاوية وسلم الامر اليه فاجابه الى ذلك فخطب وقد حشد الناس خطبة حمد الله تعالى وصلى على نبيه صلى الله عليه وسلم فيها وهي من كلامه المنقول عنه عليه السلام. ان اكيس الكيس التقى واحمق الحمق الفجور وانكم

لو طلبتم مابين جابلق وجابرس رجلا جده رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ماوجدتموه غيري وغير اخي الحسين وقد علمتم ان الله هداكم بجدي محمد فانقذكم به من الضلالة ورفعكم به من الجهالة واعزكم به بعد الذلة و كثركم به بعد القلة ان المعاوية نازعني حقا هولي دونه فنظرت لصلاح الامة وقطع الفتنة وقد كنتم بايعتموني على ان تسالمون من سالمت وتحاربون من حاربت فرايت ان اسالم معاوية واضع الحرب بيني وبينه وقد بايعته ورايت حقن الدمآء خيرا من سفكها ولم اردبذالك الا صلاحكم۔

(کشف الغمہ تذکرہ امام حسن فی کلامہ جلد اول صفحہ نمبر 571 طبع تبریز)

ترجمہ: جب صلح مکمل ہوئی، اور کام ختم ہو گیا، تو امیر معاویہ ؓ نے امام حسن ؓ سے التماس کی، کہ لوگوں کے مجمع میں بتلائیں کہ انہوں نے معاویہ کی بیعت کر لی ہے، اور امامت کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا ہے، تو امام حسن ؓ نے اس کو قبول فرما کر خطبہ دیا، لوگ جمع ہو چکے تھے، اللہ کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا، جسے یوں نقل کیا گیا ہے، "سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے، جو متقی ہو، اور سب سے زیادہ بے وقوف وہ جو فاجر ہو، اگر تم پوری دنیا میں ایسا آدمی تلاش کرو گے کہ جس کے نانا رسول خدا ہوں، تو

میرے اور میرے بھائی حسین کے بغیر تمہیں کوئی نہیں ملے گا، اور تم بخوبی جانتے ہو، کہ اللہ نے تمہیں میرے نانا حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ہدایت دی، پھر تمہیں گمراہی سے نکالا، جہالت دور کی، ذلت کے بعد عزت دلائی، قلت کے بعد بہتات بخشی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اس بارے میں اختلاف کیا، کہ خلافت میرا حق ہے ان کا نہیں، تو میں نے امت کی بہتری کو دیکھا، اور فتنہ کو ختم کرنا چاہا، تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی، کہ جس سے میری مصالحت ہوگی، اس سے تمہاری بھی صلح ہوگی، اور جس سے میں لڑوں گا، وہ تمہارا بھی دشمن ہوگا، تو میں نے سوچا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلوں، اورلڑائی ختم کردوں، میں ان کی بیعت کرچکا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ خونریزی سے حفاظت خون بہتر ہے، یہ سب کچھ میں نے تمہاری بہتری کی خاطر ہی کیا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا کبھی ارادہ نہیں کیا

الاخبار الطوال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مؤرخ دینوری شیعی نے "اخبار الطوال" میں نقل کیا، کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت پختہ ہوگئی، تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ کے کچھ شیعہ آئے، جب اس بات کا علم مدینہ کے حاکم

"مروان بن حکم" کو ہوا، تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا، کہ آپ مجھے اس معاملہ میں کوئی کاروائی کرنے کا حکم دیں اس کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فكتب اليه معاوية لاتعرض للحسين في شيء فقد بايعنا وليس بناقص بيعتنا ولا مخفر ذمتنا و كتب الى الحسين. امابعد ! فقد انتهت الى الامور عنك لست بها حريا لان من اعطى صفقة يمينه جدير بالوفاء فاعلم رحمك الله انى متى انكرك تستنكرني ومتى تكدني اكدك فلايستفزنك السفهاء الذين يحبون الفتنة والسلام فكتب اليه الحسين رضى الله عنه ما اريد حربك ولا الخلاف عليك. قالوا ولم ير الحسن ولا الحسين طول حياة معاوية منه سوء ا في انفسهما ولا مكروها ولاقطع عنهما شيئا مما كان شرط لهما ولا تغير لهما من بر۔

(الاخبار الطوال امیر معاویہ وعمرو ابن العاص صفحہ نمبر ۲۲۵)

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا، کہ امام حسین کے ساتھ کسی طرح بھی تعرض نہ کرنا، وہ ہماری بیعت کرچکے ہیں، اور اس کو توڑنے والے نہیں، اور نہ ہی عہد شکنی کریں گے، امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف امیر معاویہ نے یوں لکھا، امابعد، آپ کی طرف سے کچھ باتیں مجھے پہنچیں، جو آپ کے شایان شان نہیں، کیونکہ جو شخص دائیں ہاتھ سے

بیعت کرلیتا ہے، وہ بے وفائی نہیں کرتا، جان لیجئے! جب تک میں آپ کو اچھا نہ سمجھوں گا، آپ بھی مجھے اچھا نہ سمجھیں، اور جب آپ بے وفائی کریں گے، تو مجھ سے وفا کی امید نہ ہوگی، لہذا گذارش ہے کہ فتنہ پرداز لوگ اور بے وقوف آدمی آپ کو بے آرام کرنے کے درپے ہیں۔ والسلام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس خط کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یوں تحریر فرمایا، میں نہ تو آپ سے لڑائی کا خواہشمند ہوں، اور نہ ہی مخالفت کا، مؤرخین کا قول ہے، کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے پوری زندگی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ناپسندیدہ اور بری بات نہ دیکھی نہ سنی، اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط سے روگردانی کی، جو ان کے درمیان بوقتِ صلح طے ہوئیں تھیں، اور نہ ہی کسی اچھائی میں کمی آنے دی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کے مخالفین امت میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں

مقتل

شیعہ کے مجتہد اول ''ابو مخنف'' نے اپنی مقتل میں ذکر کیا ہے، کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے، کوفی شیعوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی کی تعزیت میں اس قسم کے الفاظ لکھنے اور کہنے شروع کر دیئے۔

شرح الله صدرك واعلى شانك ورفع قدرك وردّ عليك حقك۔

ترجمہ: اللہ تعالی آپ کا سینہ کشادہ فرمائے، شان بلند کرے، عزت زیادہ کرے، اور آپ کا حق آپ کو واپس دلائے۔

خطوط تعزیت کے بعد ان کا آنا جانا شروع ہوا، جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بایں عنوان خط لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم۔ من معاوية بن ابی سفيان۔ اما بعد! فقد بلغنی عنك امور واسباب قد انتهت الیّ واظنها باطلة ولعمری انه ان كان مابلغنی عنك كما ظننت فانت بذالك اسعد وبعهد الله اوفیٰ فلا تحملنی علی ان اقطعك فانك متی تكدنی اكدك ومتی تكرمنی اكرمك ولا تشق عصا هذه الامة فقد خبرتهم وبلوتهم فانظر لنفسك ولدينك ولايستخفنك السفهاء الذين لايعلمون، والسلام عليك ورحمة الله وبركاته قال وكتب الحسين عليه السلام كتابا يقول فيه بسم الله الرحمن الرحيم۔ اما بعد! فقد وصلنی كتابك وفهمت ما ذكرت ومعاذ الله ان انقض عهدا عهده اليك اخی الحسن واما ماذكرت من الكلام فانه اوصله اليك الوشاة الملقون بالنمائم المفرقون

بين الجماعات فانهم والله يكذبون فلما وصل الكتاب الى معاوية بن ابى سفيان امسك عنه ولم يجبه واوصله ولم يقطع صلته وكان يبعث اليه فى كل سنة الف الف دينار سوى الهدايا من كل صنف ۔ (مقتل ابی مخنف در مقدمہ صفحہ نمبر 6 طبع نجف اشرف)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یہ خط معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے ہے امابعد! مجھے تمہاری طرف سے چند باتیں پہنچیں، اور کچھ ایسے اسباب سننے میں آئے، اور میں تو انہیں باطل ہی سمجھتا ہوں، اپنی عمر کی قسم! اگر آپ کی طرف سے جو باتیں پہنچیں، وہ میرے گمان کے مطابق ہیں، تو پھر آپ بہت سعادت مند ہیں، اور اللہ کے عہد کو بہت زیادہ پورا کرنے والے ہیں، لہذا میں آپ سے قطع تعلق نہیں کروں گا اس لئے کہ جب تک آپ بے وفائی نہ کریں گے، میں بھی نہ کروں گا، آپ میری عزت کریں گے، میں آپ کی عزت کروں گا، اس امت سے اتفاق کی قوت کو نہ توڑنا، آپ نے کوفیوں کو جان پہچان لیا ہے، آپ اپنی ذات کے لئے اپنے دین کا خیال فرمائیے، اور بے علم، بے وقوف لوگ آپ کو پریشان نہ کریں، والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امام حسین ؓ نے اس کے جواب میں لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

امابعد! آپ کا رقعہ ملا، اس کی تحریر کو سمجھا، میرے بھائی امام حسن ؓ

نے جو آپ سے معاہدہ کیا، (اللہ کی پناہ) میں اسے نہیں توڑوں گا، اور جو باتیں آپ نے لکھیں، وہ چغلخوروں، غیبت کرنے والوں اور مسلمانوں کی جماعتوں کے درمیان جدائی ڈالنے والوں نے کیں، خدا کی قسم! وہ جھوٹ بکتے ہیں۔

جب یہ رقعہ امیر معاویہ ؓ کو ملا، آپ اپنے ارادے سے رک گئے اور کوئی جواب نہ دیا، اور اس کی بجائے صلہ رحمی سے کام لیا، اور ان کے عطایا و ہدایا میں کوئی کمی نہ آنے دی، امیر معاویہ ؓ انہیں ہر سال دس لاکھ دینار دیا کرتے تھے، یہ ان تحائف اور انعامات کے علاوہ تھے، جو امیر معاویہ ہر قسم کی اشیاء میں سے امام موصوف کو دیا کرتے تھے۔

مذکورہ چار دلائل سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

① حسنین کریمین ؓ نے بخوشی حضرت امیر معاویہ ؓ کی بیعت کی تھی اور تا زندگی اس بیعت کو نہیں توڑا۔

② امیر معاویہ ؓ کی طرف سے دس لاکھ دینار ہر سال امام حسین ؓ کو بطور امداد ملا کرتے تھے، ان کے علاوہ دیگر تحائف اور ہدایا بھی تھے۔

③ امیر معاویہ ؓ کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے امام حسن ؓ نے اپنے لواحقین اور دوستوں کے مجمع میں یہ اعلان فرمایا، کہ جب تم لوگوں پر میری اطاعت لازم ہے، تو میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی ہے، لہذا تمہیں اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

④ شیعہ لوگوں نے حسنین کریمین کو دو مرتبہ امیر معاویہ ؓ کے خلاف اکسایا۔ ایک اس وقت جب کہ یہ حضرات بیعت کر چکے، تو ان نام نہاد محبوں نے بیعت توڑ دینے پر اُکسایا، اور کہنے لگے، آپ بیعت توڑ دیں، ہم امیر معاویہ ؓ سے نپٹ لیں گے، تو اس پر حسنین کریمین نے صاف صاف انکار کر دیا۔

دوسری مرتبہ امام حسین ؓ کو امیر معاویہ ؓ کی بیعت توڑنے پر اُکسایا، جب کہ امام حسن ؓ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن جب شیعہ لوگوں کو عہد شکنی پر مجبور کرنے کی خبریں امیر معاویہ ؓ کو پہنچیں، اور امیر معاویہ نے امام حسین سے حقیقت حال کی وضاحت طلب کی، تو امام موصوف نے تمام شکوک وشبہات رفع کر دیئے، اور قسمیہ بیان فرمایا کہ یہ خبریں اڑانے والے چغلخور اور امت کے بدخواہ لوگ ہیں، ہمارا اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں، بلکہ ہم پہلے کی طرح اپنے درمیان کیے گئے معاہدوں پر بدستور قائم ہیں، اور قائم رہیں گے۔

خلاصۂ کلام

جیسا کہ آپ پچھلے حوالہ جات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں، امام حسین ؓ نے قسمیہ بیان فرمایا، کہ امیر معاویہ ؓ سے ہمیں کوئی رنجش نہیں، اور نہ ہی اس عہد کو توڑنے کا ہم سوچ سکتے ہیں، جو ان کے اور امام حسن کے درمیان طے ہوا تھا، بلکہ ہمیں اس کے خلاف اکسانے والے چغل خور اور امت کے بدخواہ لوگ ہیں، نواسہء رسول ﷺ تو قسمیہ کہیں، کہ امیر معاویہ نے ہم سے کسی قسم کی عہد شکنی نہ کی، اور ہم نے ان کی بیعت تادم آخر برقرار رکھی، لیکن آج کل کے ''ذاکرین'' بے لگام یہ ثابت کرنے میں کوشاں ہیں، کہ امیر معاویہ نے عہد شکنی کی، اور امام موصوف نے بیعت توڑ دی، ان پرانے کذابوں اور فتنہ پرور لوگوں کی بات درست ہے، یا نواسہء رسول کا ارشاد حق ہے۔

اس صاف صاف وضاحت کے بعد بھی جو ''نام نہاد محب اہل بیت'' امیر معاویہ کی شان میں نازیبا الفاظ بکے، اور سب وشتم سے زبان گندی کرے، اس کا امام حسین ؓ سے کیا تعلق؟ گویا اس طرح یہ لوگ امام موصوف کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں، اور اپنی عاقبت برباد کیے جا رہے ہیں۔

حسنین کریمین کی مخالفت سے بچو، اپنی عقیدت ومحبت درست کرو، اللہ ہدایت دے۔

تبصرہ

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام حسن وحسین ؓ دونوں حضرات نے حضرت امیر معاویہ ؓ کی بیعت کسی مجبوری یا اکراہ اور زبردستی کے نتیجہ میں نہیں کی، اور نہ ہی ایسی بیعت کی آپ سے توقع کی جا سکتی ہے، اللہ تعالی نے دونوں صاحبزادگان کو ہمت وعزیمت کا عظیم پیکر بنایا تھا، باطل کے سامنے جھکنا اور اس سے سمجھوتا کرنا ان کے ضمیر میں ہی نہ تھا، یہی امام حسین ؓ ہیں کہ میدان کربلا میں یزیدیوں نے کہا، کہ آپ صرف یزید کی خلافت تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں تو آپ کو بمعہ اہل وعیال ہر قسم کا تحفظ مہیا کیا جائے گا، لیکن آپ نے تو بیعت کرنا کجا وقتی طور پر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے بچاؤ کے لئے زبانی بھی اس کی خلافت کا اقرار نہ کیا، خود بھی جام شہادت نوش فرمایا، اعزاواقارب بھی شہید کر دیئے گئے، لیکن باطل کی اطاعت وبیعت نہ کی، آپ جیسا جری اور بہادر سیدزادہ حضرت امیر معاویہ ؓ کی بیعت کرتا ہے، اور تاعمر اس پر قائم رہتا ہے، بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ان کی بیعت کرنے کا حکم دیتے ہیں اور بیعت توڑنے کا ارادہ کرنے والوں کی آپ نے امیر معاویہ ؓ کے ہاں شکایت کی اور بلکہ منافق تک کہا، جب ان واقعات وحالات کو ہم دیکھتے ہیں، تو تسلیم کرنا پڑتا ہے،

کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا اس پر مہر ثبت کرنا ہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک نہایت متقی اور پرہیزگار صحابیء رسول تھے اور خلافت کے حقدار تھے، اور یہ بھی کہ آپ محب رسول وآل رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، عمر بھر اس کی مخالفت نہ کی، اور نہ ہی بیعت توڑی حسنین کریمین سے محبت کے دعویداروں کے لئے یہ کھلا سبق ہے۔

چیلنج

اگر کوئی شخص شیعہ یہ ثابت کردے، کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنے کا ارادہ کیا ہو، یا اس کا اعلان کیا ہو، تو میں اس کو پچاس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کروں گا، اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی اجازت ہے کہ چاہے وہ اپنی کتابوں سے ہی اس کا ثبوت پیش کردیں تو مذکورہ انعام کے مستحق ہوں گے۔

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾

فصل ہشتم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین سے حسن عقیدت

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو لاکھوں روپیہ نذرانہ بھیجا کرتے تھے۔"

مقتل

وکان یبعث الیه فی کل سنة الف الف دینار سوی الهدایا من کل صنف۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ نمبر 7 مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہر سال ایک لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے، یہ رقم ان ہدایا کے علاوہ تھی، جو امیر معاویہ ہر قسم کی اشیاء میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نذرانہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ قرض بھی ادا کرتے اور گھر کا خرچہ بھی اس سے کرتے تھے

جلاء العیون

قطب راوندی از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزی حضرت امام حسن علیہ السلام بحضرت حسین وعبداللہ بن جعفر فرمود، کہ جائزہ

بائے معاویہ در روز اول ماہ بشما خواہد رسید چوں روز اول ماہ شد، چنانچہ حضرت فرمودہ بود، اموال معاویہ رسید، جناب امام حسن علیہ السلام قرض بسیاری داشت از آنچہ اوفرستادہ بود، برائے آنحضرت قرضہائے خود را ادا کرد و باقی را میان اہل بیت وشیعان خود قسمت کرد جناب امام حسین علیہ السلام قرض خود را ادا کرد، آنچہ ماند، بسہ قسمت کرد، یک حصہ را باہلبیت وشیعان خود را ادا کرد باقی را برائے خوش آمد معاویہ برسول او داد چوں ایں خبر بمعاویہ رسید، برائے او مال بسیار فرستاد۔

(جلاء العیون زندگانی امام مجتبیٰ علیہ السلام جلد اول صفحہ نمبر 376 مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ سے قطب راوندی روایت کرتا ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا، کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہمارا خرچہ مہینہ کی پہلی تاریخ کو پہنچ جائے گا، جب پہلی تاریخ آئی، حضرت کے ارشاد کے مطابق خرچہ آ گیا، امام حسن رضی اللہ عنہ کافی مقروض تھے، تو اس خرچہ میں سے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بھیجا، آپ نے قرضہ ادا کیا، اور باقی اپنے اہل وعیال اور دوستوں میں تقسیم فرمایا، اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خرچے میں سے اپنا قرض ادا کیا، اور بقیہ مال کے تین حصہ کیے، ایک حصہ اہلبیت اور دوستوں کو دیا، باقی دونوں حصے اپنے گھر والوں کو بھیجے، اسی طرح عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے گھر حصہ سے اپنا قرض ادا کیا، جو بچا، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایلچی کو بطور انعام دے دیا، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر

پہنچی، تو انہوں نے خرچہ میں اضافہ کر دیا، اور بہت زیادہ مال بھیجا۔

تنبیہ

مذکورہ روایات ثلاثہ سے یہ معلوم ہوا، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کچھ خرچہ امام حسن، حسین اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم کو بھیجتے تھے، یہ حضرات بخوشی اسے قبول فرماتے، اور اپنے اہل وعیال و دوستوں میں تقسیم کرتے، اور قرضہ جات پورے کرتے تھے، تو ان حضرات کا اس طرح اسے شرفِ قبولیت عطا فرمانا دراصل اس خرچہ کے حلال وطیب ہونے کی دلیل ہے، اور امیر معاویہ کی طرف سے قبول کر لینا بلکہ اس کی پیشگی اطلاع دے دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومن اور مخلص تصور کرتے تھے۔

بالفرض اگر شیعہ لوگوں کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر اور مرتد تھے، تو ان کا بھیجا ہوا خرچہ تم کس طرح حلال وطیب سمجھو گے، اور ان حضرات کے ایک ایسے شخص سے خرچہ قبول کرنے کی کیا توجیہ پیش کرو گے،؟ کیا تمہارا اس قسم کا فتویٰ صرف امیر معاویہ تک چلے گا، امام حسن، حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم بھی تو اس کی زد میں آئیں گے؟ غور کرو، اور ہوش کرو۔

امیر معاویہ حضرت علی کے فضائل سنا کرتے اور پھر رویا کرتے

حلیۃ الاولیاء

قال دخل ضرار ابن ضمرۃ النہشلی علی معاویۃ بن

سفيان فقال له صف لى عليا قال اوتعفنى فقال
لابل صفه لى ضرار رحم الله عليا كان والله فينا
كاحدنا يدنينا اذا اتيناه ويجيبنا اذا سألناه
يقربنا اذازرناه لايغلق دوننا باب ولا يحجبنا عنه
حاجب ونحن والله ولانبتديه لعظمته فاذا تبسم
فعن مثل اللؤلوء المنظوم فقال معاويه زدنى من
صفته فقال ضرار رحم الله عليا كان والله طويل
السهاد قليل الرقاد يتلوا كتاب الله اناء الليل
واطراف النهارويجسود الله بمهجته ويبوء اليه
بعبرته لاتغلق له الستور ولايدخر عنا البدور ولا
يستلين الاتكاء ولايستخشن الجفاء ولو رايته اذ
مثل فى محرابه وقد ارخى الليل سدوله وغارت
نجومه وهو قابض على لحيته يتململ تململ السليم
ويبكى بكاء الحزين وهو يقول يادنيا الى تعرضت ام
الىّ تشوقت هيهات هيهات لاحاجة لى فيك ابنئتك
ثلاثا لارجعة لى عليك ثم يقول واه واه لبعد السفر
قلة الزاد وخشونة الطريق قال فبكى معاوية وقال
حسبك ياضرار كذالك كان والله على رحم الله ابا
الحسن۔

(حلیۃ الابرار باب الخامس والعشرون جلداول صفحہ نمبر 338 مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ: ضرار ابن ضمرہ نہشلی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پاس آیا، آپ نے فرمایا
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو، ضرار کہنے لگا، اس مسئلہ میں مجھے
معاف کیجئے، آپ نے فرمایا، نہیں کچھ نہ کچھ ضرور بیان کرو، تو ضرار
بولا، اللہ حضرت علی پر رحم فرمائے، وہ ہم میں اس طرح رہے، گویا
ہمارے جیسے ہی ایک انسان ہیں، کبھی تکبر نہ کیا، ہم ان کے پاس
جاتے، تو ہمیں قریب بلا لیتے، اور اگر سوال کرتے فوراً پورا فرما
دیتے، ہم جب بھی انہیں ملنے گئے، ہمیں فوراً اپنے پاس بلالیا،
ہمارے لئے کبھی دروازہ بند نہ کیا، اور نہ کسی نے ہمیں ان کے پاس
جانے سے روکا، باوجود اس کے کہ ہمیں اپنے قریب جگہ دیتے ہمیں
ان کی ہیبت گفتگو میں پہل نہ کرنے دیتی، آپ مسکراتے تو ایسا لگتا،
جیسے موتی جڑے ہوں، اتنا سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ضرار
اور کچھ بیان کرو، تو ضرار بولا، اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرمائے، آپ
بہت شب بیدار اور کم خواب تھے، رات میں کئی پہر اور دن میں کئی
اوقات قرآن پاک کی تلاوت فرماتے، پسندیدہ اشیاء راہ خدا میں
خرچ کرتے، اللہ کے حضور آنسو لئے حاضر ہوتے، نہ ان کی خاطر
پردے ڈالے گئے، اور نہ ہی کھانے کے بڑے طباق سجائے گئے،
گاؤ تکیہ کو نہ کبھی نرم سمجھا، اور نہ موٹے کپڑوں کو کھردرا جانا، آپ انہیں
محراب میں پیش خدا حاضر دیکھتے، جب کہ رات چھا گئی ہوتی، اور
ستارے ڈوب رہے ہوتے، آپ داڑھی پکڑے مارگزیدہ کی طرح
پریشان اور بے قرار پہلو بدلتے، روتے اور کہتے، یہ دنیا میرے پیچھے

پڑی ہے، مجھے چاہتی ہے، دور ہوجا، دور ہوجا، مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جن کے بعد کبھی تجھ سے رجوع نہ ہوگا، پھر فرماتے، ہائے افسوس! سفر لمبا ہے توشہ سفر بہت تھوڑا ہے، اور راستہ بہت خطرناک ہے، یہ سن کر امیر معاویہ ؓ رو پڑے، اور فرمایا، ضرار! بس کرو، اللہ کی قسم ابوالحسن علی المرتضیٰ ؓ ایسے ہی تھے۔

تبصرہ

امالی شیخ صدوق اور حلیۃ الابرار یہ دونوں کتابیں شیعوں کی نہایت معتبر کتب میں شمار ہوتی ہیں، امالی شیخ صدوق جیسا کہ نام سے ظاہر ہے شیخ صدوق کی تصنیف ہے، شیخ موصوف مذہب شیعہ کے بہت بڑے امام ہیں، اور مسلک شیعہ کی صحاح اربعہ میں سے من لایحضرہ الفقیہ کے بھی مصنف ہیں، شیخ صدوق نے دوٹوک فیصلہ کردیا، کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کے دل میں جناب علی المرتضیٰ ؓ سے بہت زیادہ محبت تھی، جس کا جیتا جاگتا یہ ثبوت ہے، کہ آپ لوگوں سے حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے حق میں اشعار سنتے، اور بعض دفعہ ان پر زاروقطار روتے، اور حقیقت کے ہوتے ہوئے پھر بھی اگر کوئی زبان درازی کرتے ہوئے یہ کہے، کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کو جناب امیر المؤمنین علی المرتضیٰ سے عداوت تھی، تو اس کی بدباطنی اور بے ایمانی میں کیا شک رہ جاتا ہے، یہی امیر معاویہ ؓ ہر سال کثیر مقدار میں اخراجات کے لئے نقدی وغیرہ جو حسنین کریمین کی خدمت میں بھیجتے رہے، کیا آپ یہ سب کچھ انہیں دشمن سمجھ کر کرتے رہے؟ جس شخص کے دل میں محبت رسول وآل رسول ہو، وہ یقیناً یہی نتیجہ نکالے گا، کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کو علی المرتضیٰ ؓ اور حسنین کریمین سے اور انہیں

امیر معاویہ ؓ سے انتہائی پیار تھا، بھی ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور خیرخواہ تھے، یہی عقیدہ مومن کا بھی ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

اس کے علاوہ جو سیدنا حضرت امیر معاویہ ؓ حسنین کریمین کو ہر سال دس لاکھ دینار سونے کے پیش کرتے تھے، جیسا کہ مقتل ابی مخنف صفحہ نمبر 5 پر مذکور ہے، اس میں گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس میں ایک بات واضح نظر آتی ہے، کہ حسنین کریمین حضرت امیر معاویہ ؓ کو امام برحق سمجھتے تھے اور ان کے مال کو حلال مال جانتے تھے، کیونکہ وہ اگر ان کو امام برحق نہ مانتے اور ان کے مال کو ہم حلال نہ جانتے تو نہ ان کی بیعت کرتے اور نہ ہی ان کے مال کو قبول کرتے، ورنہ لازم آئے گا، کہ حسنین کریمین نے امام ظالم کے ہاتھ پر بیعت کی، اور حرام مال کو قبول کیا۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

اب اس کے بعد ہم ایک شیعہ مؤرخ کی سیدنا امیر معاویہ ؓ کی سیرت پر مفصل عبارت پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مروج الذہب وناسخ التواریخ

من اخلاق معاويه وعاداته. كان اخلاق معاوية انه كان ياذن في اليوم والليلة خمس مرات كان اذا صلى الفجر جلس للقاص حتى يفرغ من قصصه ثم يدخل بيوته بمصحفه فيقرأ اجزآئه ثم يدخل الى منزله فيامروينهى ثم يصلي اربع ركعات ثم يخرج الى مجلسه فياذن الخاصة الخاصة فيحدثهم ويحدثونه ويدخل عليه وزرآءه فيكلمونه فيما يريدون من

يومهم الى العشى ثم يؤتى بالغدآء الاصفر وهو
فضله عشائه من جدى بارد اوفرخ اومايشبهه ثم
يتحدث طويلا ثم يدخل منزله لما ارادثم يخرج
فيقول ياغلام اخرج الكرسى فيخرج الى المسجد
فيوضع فيسند ظهره الى المقصورة ويجلس على
الكرسى ويقوم الاحراس فيتقدم اليه الضعيف
والاعرابي والصبى والمراة ومن لا احد له فيقول
اعزوه ويقول عدى على فيقول ابعثوا معه ويقول
صنع بي فيقول انظروا فى امره حتى اذا لم يبق احد
دخل فجلس على السرير ثم يقول ائذنواللناس على
قدر منازلهم ولايشغلنى احد عن ردّ السلام
فيقال كيف اصبح اميرالمؤمنين اطال الله بقآئه
فيقول بنعمة من الله فاذا استتووا جلوسا قال يا
هؤلاء انما سميتم اشرافا لانكم شرفتم من
دونكم بهذا المجلس ارفعوا الينا حوآئج من لا
يصل الينا فيقوم الرجل فيقول استشهد فلان
فيقول افرضوا لولده ويقول آخر غاب فلان عن
اهله فيقول تعاهدوهم اعطوهم اقضوا حوآئجهم
اخدموهم ثم يوتى بالغداء ويحضر الكاتب فيقوم
عند راسه ويقدم الرجل فيقول له اجلس على

المائدة فيجلس يمد يده فياكل لقمتين او ثلاثا
والكاتب يقرأ كتابه فيامر فيه بامره فيقال
ياعبدالله اعقب فيقوم ويتقدم اخر حتى ياتى على
اصحاب الحوائج كلهم وربما قدم عليه من اصحاب
الحوائج اربعون او نحوهم على قدر الغدآء ويقال
للناس اجيزوا فينصرفون فيدخل منزله فلايطمع
فيه طامع حتى ينادى بالظهر فيخرج فيصلى ثم
يدخل فيصلى اربع ركعات ثم يجلس فياذن
الخاصة الخاصة فاذا كان الوقت وقت شتاء اتاهم
بزاد الحاج من الاخبصة اليابسة والخشكنانج
والاقراص من الامعجونة باللبن والسكرودقيق
السميد والكعك المسمن والفواكه اليابسة
والذنجوج وان كان وقت صيف اتاهم الفواكه
الرطبة ويدخل اليه وزرآئه يوء امرونه فيما
احتاجوا اليه بقية يومهم ويجلس الى العصر ثم
يخرج فيصلى العصر ثم يدخل الى منزله فلايطمع
فيه طامع حتى اذا كان فى آخر اوقات العصر خرج
فجلس على سريره ويؤذن للناس على منازلهم فيوتى
بالعشاء فيفرغ منه مقدار ماينادى بالمغرب
فيخرج فيصليها ثم يصلى بعدها اربع ركعات يقرء

فی کل رکعة خمسین اية یجهر تارة ویخافت اخری ثم یدخل منزله فلایطمع فیه طامع حتی ینادی بالعشاء الاخرة فیخرج فیصلی ثم یؤذن للخاصة وخاصة الخاصة والوزرآء والحاشیة فیوء امره الوزرآء فیما ارادواصدرا من لیلتهم ویستمرالی ثلث اللیل فی اخبار العرب وایامها والعجم وملو کها وسیاستها لرعیتها وسیر ملوك الامم وحروبها ومکائدها وغیر ذالك من اخبار الامم السابقة ثم تاتیه الطرف الغربیة من عند نسائه من الحلوی وخیرها من الماکل اللطیفة ثم یدخل فینام ثلث اللیل ثم یقوم فیقعد فیحضر الدفاتر فیها سیر الملوك واخبارها والحروب والمکاید فیقرا ذالك علیه غلمان له مرتبون وقدوکلوا بحفظها وقراتها فتمربسمعه کل لیلة جمل من الاخبار والسیرو الاثار وانواع السیاسیات ثم یخرج فیصلی الصبح ثم یعود فیفعل ماوصفنا فی کل یوم۔

(مروج الذہب من اخلاق المعاویہ جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 29)(ناسخ التواریخ زندگانی حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق وعادات، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک ایسا تھا کہ آپ چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اذن

ملاقات دیتے، نماز صبح ادا کرنے کے بعد قصہ گو سے قصہ جات سنتے، جب وہ مکمل کرلیتا، تو گھر سے منگوا کر قرآن پاک کے کچھ حصہ کی تلاوت فرماتے، پھر گھر تشریف لے جاتے، اور امر ونہی کرتے، پھر چار رکعت (اشراق، چاشت) نفل ادا کر کے مجلس خانہ میں تشریف لاتے، آپ کے خاص خاص آدمی آ کر کچھ سنتے سناتے، آپ کے وزراء بھی اس دن کے شام تک کے پروگرام پر گفتگو کرتے، اس کے بعد رات کے کھانے سے کچھ بچی ہوئی اشیاء ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے لئے لائی جاتیں، جس میں بکری یا کسی پرندے یا کسی ایسے حلال جانور کا گوشت ہوتا، جس کی طبیعت سرد ہوتی، پھر تادیر گفتگو جاری رہتی پھر جب دل چاہا، گھر تشریف لے گئے، پھر واپس آ کر غلام کو کرسی لانے کا کہتے، مسجد میں گھر کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے آس پاس محافظوں کی نگرانی میں آپ کے پاس ضعیف، دیہاتی بچے، عورتیں اور بے سہارا لوگ حاضر ہوتے کوئی کہتا، مجھ پر ظلم ہوا آپ فرماتے اس کی مدد کرو، کوئی اپنے اوپر زیادتی کی شکایت کرتا تو اس کے ساتھ آدمی بھیجنے کا حکم دیتے، دھوکہ دہی ہوتی، تو اس پر غور کرنے کا فرماتے، جب سائل کوئی نہ رہتا، تو آپ اپنی نشست گاہ پر بیٹھ جاتے، لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق بلایا جاتا، آپ فرماتے تم میں سے کوئی بھی مجھے کسی سلام دینے والے کا جواب دینے میں روکاٹ نہ بنے، لوگ دریافت کرتے، امیر المؤمنین نے صبح کیسی کی؟ اللہ ان کی عمر دراز فرمائے، جواباً

فرماتے، اللہ کی نعمتوں میں صبح کی، جب سب مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے، تو فرماتے تم اس مجلس میں آنے کی وجہ سے بوجہ ممتاز ہونے کے ذی شرف ہو، جو ہم تک نہ پہنچ سکیں، ان کی حاجات کا پہنچانا تمہارا کام ہے، ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا، فلاں شہید ہوگیا، آپ اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر فرما دیتے، دوسرا کہتا فلاں آدمی گھر سے غائب ہوگیا، آپ اس کے گھر والوں کی امداد وحفاظت کا کہتے، حاجات کی برآری اور خدمت کا حکم دیتے، پھر کھانا لایا جاتا، کاتب آپ کے سر کی طرف کھڑا ہوتا، ایک آدمی کو لایا جاتا، اسے فرماتے، کھانا بھی کھاؤ اور اپنی حاجت بھی بیان کرو، دو تین لقمے کھانے تک کاتب اس کے بارے میں آپ کا حکم لکھ لیتا، پھر اسے پیچھے کر کے دوسرے کو بلایا جاتا، اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ آتے رہتے اپنی حاجات بیان کرتے بعض دفعہ اکادکا آنے والوں کی تعداد چالیس تک ہوجاتی، کھانا اٹھالیا جاتا، لوگوں سے اجازت لے کر آپ اپنے گھر واپس آجاتے، حتیٰ کہ کوئی سائل باقی نہ رہتا، ظہر کی اذان ہوتی آپ گھر سے نکل کر نماز ادا فرما کر باقی چار رکعت گھر پہ ادا فرماتے، پھر ”مجلس قضاء“ برپا ہوتی، خاص الخاص لوگوں کو طلب کرلیا جاتا موسم سرما میں حاج کے کھانے یعنی خشک مٹھائیاں، جشکنانج، دودھ شکر میں بھگوئی ہوئی روٹی، میدے اور گھی سے بنے کیک اور دیگر خشک پھل لائے جاتے، موسم گرما میں تر میوے اور پھل لائے جاتے اس دوران وزراء آتے، اور باقی ماندہ دن کے بارے میں احکامات

وصول کرتے، عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہتا، نماز عصر پڑھ کر آپ گھر تشریف لے جاتے، اس وقت تک کوئی حاجت مند باقی نہ رہتا، عصر کے آخری وقت پھر گھر سے نکلتے نشت گاہ پر جلوہ افروز ہوتے، حسب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا، شام کا کھانا حاضر کیا جاتا، اذان مغرب تک مجلس قائم رہتی لیکن اس نشت میں حاجت مندوں کو نہ بلایا جاتا، کھانے کے بعد اذان مغرب ہوتی، اور نماز کے بعد چار رکعت نفل (اوابین) ادا کرتے، ان چار رکعتوں میں سے ہر ایک کے اندر تقریباً پچاس آیات تلاوت فرماتے، قراءت کبھی بلند اور کبھی آہستہ فرماتے، پھر گھر تشریف لے جاتے، اب کوئی انتظار کرنے والا باقی نہ رہتا، اذانِ عشاء ہوتی، نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد خاص اور خاص الخاص لوگوں، وزراء اور درباریوں کو بلایا جاتا، یہ لوگ رات کی تہائی حصہ تک آپ سے احکامات لیتے، رات کے تیسرے پہر عرب وعجم کے بادشاہوں، اِن کی ملکی سیاست، پہلے بادشاہوں کے احوال، انکی جنگیں، ان کا رعایا سے سلوک اور دیگر داستانیں سنی جاتیں، پھر گھر کے مغربی طرف زنان خانے سے ہلکی اور میٹھی غذا لائی جاتی، اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے، ایک تہائی رات آرام فرماتے، پھر اٹھ بیٹھتے، دفاتر لائے جاتے، جن میں بادشاہوں کے حالات، سیرت، جنگی تدابیر کو چند کارندے پڑھ کر سناتے، یہی لوگ ان دفاتر کی حفاظت اور پڑھائی کے ذمہ دار تھے یونہی ہر روز بادشاہوں کی سیرت، حالات زمانہ ان کی جنگی تدابیر اور داخلی پالیسیوں

کا کچھ حصہ آپ کو سنایا جاتا، پھر اٹھ کر نماز فجر ادا فرماتے، اسی طرح آپ کی روزمرہ زندگی کا معمول تھا۔

خلاصۂ کلام

جس شخص کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے اپنی ذات کے لئے اور بیس گھنٹے مخلوق خدا کی داد رسی، نماز و تلاوت قرآن میں صرف ہوتے ہوں، امور مملکت سرانجام دینے میں بسر ہوتے ہوں، لازم ہے کہ وہ شخص حقیقت میں خوف خدا سے سرشار اور علم قرآن سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا

حقیقت میں علماء کو ہی خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے، اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اوصاف سے کیوں کر متصف نہ ہوں، جب کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی:

اللهم علّمه الكتاب...

گویا رحمت دوعالم ﷺ کی دعا کی قبولیت ہمیں امیر معاویہ کے دور خلافت کے شب و روز بسر کرنے میں نظر آتی ہے، اور ان کا قرآن وسنت کے مطابق عدل وانصاف اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شکایت کے رنگ میں امیر معاویہ کے بارے میں کہا، کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں، تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا:

دع فانه فقيه...

چھوڑو وہ قرآن وحدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں، تو جس شخصیت کو امت کا بہت بڑا مجتہد "فقیہ" کہے، اس کی فقاہت کا کون اندازہ کر سکتا ہے، گویا ان کی

فقاہت بھی حضور ﷺ کی دعا کا اثر تھی۔

ہم شیعہ حضرات سے انصاف کے نام پر اپیل کرتے ہیں، کہ جس مرد کامل کے لئے حضور ﷺ نے "علم کتاب" کی دعا مانگی، دنیا و آخرت کی "معافی" طلب کی "کاتب وحی" ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، جلیل القدر صحابی نے "فقیہ" کا لقب عطا فرمایا، خود تمہارے مؤرخ نے اس کے چوبیس گھنٹے گزرنے کی جو تصویر کھینچی ایسی شخصیت کے بارے میں لعن طعن کیسے جائز ہو سکتا ہے،؟ ان عبارات کو غور سے اور بار بار پڑھو، اور عمل کرنے کی کوشش کرو، شاید دل کے حجاب اٹھ جائیں، اور قبر وحشر کا معاملہ درست ہو جائے، اور اللہ اس کے رسول اور تمام مومنین کی لعنت سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

فصل نہم

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کی نبی علیہ السلام اور بنی ہاشم سے نسبی تعلقات

رشتہ اوّل: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تیسرے دادا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جاملتے ہیں

تاریخ بغداد و تاریخ یعقوبی

ومعاوية بن ابي سفيان صخر ابن امية بن عبدشمس ابن عبد مناف بن قصي بن كلاب يكنى ابا عبد الرحمن وامه هند بنت عتبة بن ربيعة بن عبدشمس، اسلم وهوابن ثمان عشرة سنة، وكان يقول اسلمت عام القضية ولقيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فوضعت عنده اسلامي واستكتبه النبي صلى الله عليه وآله وسلم۔

خلاصہ ترجمہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چوتھے دادا ''عبد مناف'' ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے دادا ہیں، ابوعبدالرحمن، امیر معاویہ کی کنیت تھی، ان کی والدہ ''ہند بنت عتبہ'' تھیں، امیر معاویہ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے، اور خود کہا کرتے تھے میں ''عمرۃ القضاء'' کے سال مسلمان ہوا، جب اس موقعہ پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی، تو بوقت ملاقات اسلام قبول کرلیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ''کاتب وحی'' مقرر فرمایا۔

رشتہ دوم: امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے سالہ لگتے ہیں

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ ''ام حبیبہ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد زوجیت میں تھیں، جس کی وجہ سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ''ام المومنین'' ہوئیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''سالہ'' ہوئے۔

تاریخ ائمہ

''ام حبیبہ'' ابوسفیان کی بیٹی ''عبدالرحمن بن جحش'' کی بیوی تھیں، ۷ھ میں ان کا شوہر فوت ہوگیا، اس وقت یہ حبشہ میں تھیں، آنحضرت نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی معرفت نکاح کا پیغام بھیجا، اور ۷ھ میں یہ مدینہ آکر آنحضرت کی خدمت میں پہنچ گئیں، اور ۴۴ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ ائمہ ذکر ام حبیبہ صفحہ نمبر 150 کتب خانہ شاہ نجف لاہور طبع جدید)

منتخب التواریخ

السابعة رملة الكناة بام حبيبة بنت ابی سفیان۔

وخواہر معاویہ است، وبعضے اسم اورا ہند گفتہ اند واول زوجہ عبداللہ بن جحش بن رباب بود ودر سال ہفتم از ہجرت آں حضرت او را تزویج فرمود ودر سال چہل و چہارم ہجری در مدینہ از دنیا رحلت فرمود۔

(منتخب التواریخ مصنفہ حاج محمد ہاشم خراسانی صفحہ نمبر 22 مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضور ﷺ کی ساتویں بیوی رملہ ؓ تھیں، ان کی کنیت ام حبیبہ بنت ابوسفیان تھی، امیر معاویہ کی ہمشیرہ تھیں بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام "ہند" تھا، ابتداء میں یہ عبداللہ بن جحش بن رباب کے عقد میں تھیں۔ ۷ھ کو حضور ﷺ نے ان سے شادی کی اور ۴۴ھ میں انتقال فرمایا۔

ابن شہر آشوب

وام حبیبة بنت ابی سفیان واسمها رملة وکانت عند عبد الله بن جحش فی سنة ست وبقیت الی امارة معاویة۔

(المناقب ابن شہر آشوب باب ذکر سیدنا رسول اللہ ﷺ فی اقربائہ وخدامہ، جلد اول صفحہ نمبر 160 مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ: ام حبیبہ بنت ابوسفیان جن کا نام "رملہ" ہے، ۶ ہجری تک عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور امیر معاویہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

رشتہ سوم: حضرت امیر معاویہ ؓ کی ہمشیرہ حضرت علی ؓ کے چچازاد بھائی کے بیٹے کی بیوی تھی

ابن ابی حدید

وارسل عبد الله بن الحارث بن نوفل بن الحرث بن عبد المطلب وامه هند بن ابی سفیان بن حرب الی معاویة۔

(ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ فی ذکر زوجات حسن جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 8 مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: امام حسن ؓ نے "عبداللہ بن حارث بن نوفل" جن کی والدہ کا نام "ہند بنت ابی سفیان" تھا کو امیر معاویہ کی طرف بھیجا۔

نوٹ

اس سے معلوم ہوا کہ "عبداللہ بن حارث" کو امام حسن ؓ نے اپنا معتمد علیہ ہونے کی وجہ سے امیر معاویہ کے پاس بھیجا، تاکہ شرائط صلح طے کریں۔
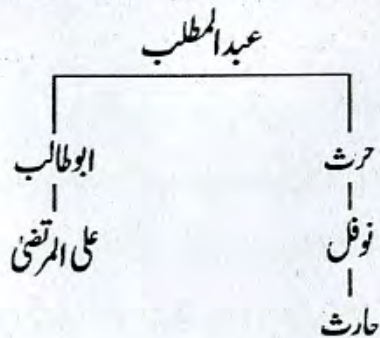
ابن سعد

هند بنت ابي سفيان بن حرب بن امية وامها صفية بنت ابي عمرو بن امية بن عبد شمس تزوجها الحارث بن نوفل بن الحارث فولدت له عبد الله ومحمدا الاكبر ۔ (طبقات ابن سعد جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 240 بیروت)

ترجمہ: "ہند بنت ابی سفیان" جن کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی عمرو تھا، "حارث بن نوفل بن حارث" سے ان کی شادی ہوئی، اور ان کے ہاں "عبداللہ، محمد الاکبر" پیدا ہوئے۔

رشتہ چہارم: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "ہم زلف" تھے

کیونکہ ام المومنین "ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ "قرینہ صغری" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اگرچہ اولاد ان سے نہیں ہوئی۔

کتاب المحبر

معاوية بن ابي سفيان بن حرب بن امية كانت عنده قرينة الصغرى بنت امية بن مغيرة اخت ام سلمة لابيها لم تلد له ۔ (کتاب المحبر صفحہ نمبر 102 حیدرآباد دکن)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں "قرینہ الصغری" تھیں، جو حضرت "ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باپ جائی بھی تھیں ان سے ان کے ہاں کوئی

اولاد نہ ہوئی۔

رشتہ پنجم: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بھانجی امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں

تفصیل یہ ہے، کہ "لیلہ بنت مرۃ" کی والدہ "میمونہ بنت ابی سفیان" تھیں اور "میمونہ" مذکورہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں۔ اور "علی اکبر بن حسین" کی نانی تھیں، اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بھانجی شہید کربلا شہزادہ علی اکبر" کی ماں ہوئیں۔
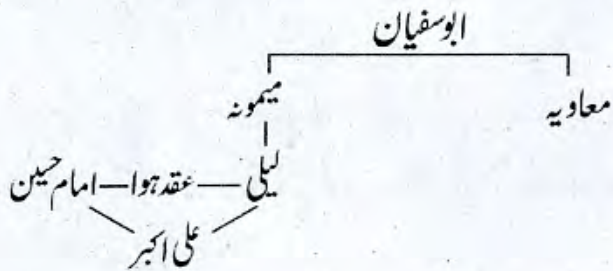
ابوسفیان

معاویہ — میمونہ

لیلی — عقد ہوا — امام حسین

علی اکبر

مقاتل الطالبين

وعلي بن الحسين وهو علي الاكبر ولا عقب له ولكنى ابا الحسن وامه ليلى بنت مرة بن عروة بن مسعود الثقفي وامها ميمونة بنت ابي سفينا بنت ابي سفيان بن حرب ۔

(مقاتل الطالبین تذکرہ امام حسین ذکر علی بن الحسین صفحہ نمبر 80 بیروت)

ترجمہ: علی بن حسین جو "علی اکبر" کے نام سے مشہور ہیں، ان کی کوئی اولاد نہ

تھی، ابوالحسن کنیت تھی، اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفی تھی، اور لیلیٰ کی والدہ (علی اکبر ثانی) میمونہ بنت ابوسفیان تھی۔

منتہیٰ الامال

و دیگر از زوجات آنحضرت لیلیٰ بنت ابومرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفی است، کہ مادرش میمونہ بنت ابوسفیان بودہ داد والدہء ماجدہ جناب علی اکبر است۔

(منتہی الامال از شیخ عباسی قمی در بیان زوجات مطہرات حضرت سید الشہداء جلد اول صفحہ نمبر 541 مطبوعہ تہران)

ترجمہ: امام حسین ؓ کی دوسری ازواج میں سے "لیلیٰ بنت ابومرۃ بن عروہ ثقفیہ" تھیں، ان کی والدہ "میمونہ بنت ابوسفیان" ہے، اور وہ (لیلیٰ) جناب علی اکبر کی والدہ ہیں۔

منتخب التواریخ

السابعة ام السعید بنت عروة بن مسعود ثقفی عمة حباب لیلیٰ بنت ابی مرة بن عروة بن مسعود الثقفی۔

(منتخب التواریخ از محمد ہاشم خراسانی در زوجات علی المرتضیٰ، باب سوم فصل چہارم صفحہ نمبر 122 مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت علی ؓ کی ساتویں بیوی "ام سعید بنت عروۃ ثقفیہ" تھیں، یہ "لیلیٰ بنت ابومرۃ عروۃ ثقفی" کی پھوپھی تھیں، وہ (لیلیٰ بنت مرۃ) امام عالی مقام جناب حسین ؓ کی زوجہ تھیں۔

خلاصہ

یہ ہے، کہ "لیلیٰ بنت ابومرہ" حضرت امام حسین ؓ کی زوجہ تھیں، اور "ابوسفیان" کی نواسی، اسی طرح یہ امیر معاویہ کی "حقیقی بھانجی" بھی تھیں، گویا امیر معاویہ ؓ کے اہل بیت سے دو رشتے تھے۔

① امیر معاویہ ؓ کی حقیقی بھانجی (لیلیٰ بنت ابومرۃ) امام حسین کی زوجہ تھیں۔

② امیر معاویہ ؓ کی حقیقی پھوپھی (ام سعید بنت عروۃ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیوی تھیں۔

رشتہ ششم: امیر معاویہ ؓ کے بھتیجے کا حضرت عباس ؓ کی پوتی سے عقد ہوا

کتاب نسب قریش

و تزوجت لبابه بنت عبید الله بن عباس بن عبد المطلب لعباس ابن علی بن ابی طالب ثم خلف علیها الوالدین عتبة بن ابی سفیان۔

(کتاب نسب قریش صفحہ 133، حواشی عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ 43)

ترجمہ: "لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس" نے "عباس بن علی" سے شادی کی۔ اس کے بعد دوسری شادی "لبابہ بنت عبیداللہ" نے "ولید بن عتبہ بن ابوسفیان" سے کی۔

خلاصہ

امیر معاویہ ؓ کے بھتیجے نے ”عباس بن عبد المطلب“ کی پوتی سے شادی کی۔

رشتہ ہفتم: امیر معاویہ ؓ کے بھتیجے کا حضرت جعفر طیار کی پوتی سے عقد ہوا

کتاب المحبر

و تزوجت رملة بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب۔ سلیمان بن هشام بن عبدالملك ثم ابا القاسم بن ولید بن عتبة بن ابی سفیان۔ (کتاب المحبر صفحہ 449)

ترجمہ: ”رملہ بنت محمد جعفر“ کی شادی ”سلیمان بن ہشام بن عبد الملک“ سے ہوئی۔ اس کے بعد ان کی شادی ”ابوالقاسم بن ولید بن عتبہ“ سے ہوئی۔

خلاصہ

امیر معاویہ ؓ کے بھتیجے ”ابوالقاسم“ نے حضرت جعفر طیار ؓ کی حقیقی پوتی ”رملہ بنت محمد“ سے شادی کی۔

رشتہ ہشتم: نفیسہ بنت زید بن حسن ابن علی بن ابی طالب کا عقد امیر معاویہ ؓ کے بھتیجے سے ہوا

عمدۃ المطالب

و کان لزید ابنة اسمها نفیسة خرجت الی الولید ابن

عبدالملك بن مروان فولدت منه و ماتت بمصر و لها هناك قبر یزار و هی التی تسمیها اهل مصر (الست نفیسة) و یعظمون شانها و یقسمون بها و قد قیل انما خرجت الی عبد الملك بن مروان و انها ماتت حاملا منه و الاصح الاول و كان زید یفد علی الولید بن عبدالملك و یقعده علی سیره و یكرمه لمكان ابنته و وهب له ثلاثین الف دینار دفعة واحدة۔

(عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب ص 70، المقصد الاول عقب زید بن الحسن مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ: زید بن حسن کی ایک صاحبزادی نفیسہ نامی تھیں جن کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا۔ اُن سے ولید کی اولاد ہوئی اور ان کا انتقال مصر میں ہوا۔ وہیں ان کی قبر ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے اور وہ وہی ہیں جن کو اہل مصر الست نفیسہ کا نام دیتے ہیں اور ان کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ان کی قسمیں کھاتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان کا نکاح عبدالملک بن مروان سے ہوا اور انہیں سے وہ حاملہ ہونے کی صورت میں فوت ہوئیں لیکن صحیح روایت پہلی ہی ہے۔ زید بن حسن، ولید بن عبدالملک کے پاس آتے، انہیں اپنی چارپائی پر بٹھاتے اور اپنی بیٹی اُن کے گھر ہونے کی وجہ سے ان کی تکریم کرتے اور ایک ہی وقت میں انہیں تیس ہزار دینار عطا کیے۔

تبصرہ

گزشتہ سطور میں ہم نے حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضور ﷺ اور بنی ہاشم کے مابین آٹھ عدد رشتہ داریاں بیان کی اور ان میں ایک رشتہ سُسرالی بھی ہے۔ حضور ﷺ کے سُسرالی رشتہ والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنتی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔

امالی طوسی

عن علی علیه السلام: قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل نسب و صهر منقطع یوم القیمة الا نسبی و سببی۔

(امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ 350 الجز الثانی عشر) (شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد سوم صفحہ 124 فی تزویج عمر بام کلثوم بنت علی طبع جدید مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: بروز قیامت میرے نسب اور سسرال کے علاوہ تمام کے انساب اور سسرال کی نسبت ختم ہو جائے گی۔

حاصل کلام

حضور ﷺ کے نسب میں جو لوگ داخل ہیں یا جن کو آپ نے اپنی بیٹیاں دیں یا جنہوں نے حضور ﷺ کو اپنی بہن بیٹیاں دیں۔ ان کا تعلق اور رشتہ آپ سے قیامت کو بھی منقطع نہیں ہوگا۔ اس کی تائید علامہ حائری شیعی نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ سے کی ہے۔ مرویہ شیعہ و سنی است کہ حضرت رسول ﷺ فرمود:

من زوجنی او تزوج منی من الامة احد لا یدخل

النار لانی سئلت الله عنه وعدنی بذالك۔

(لوامع التنزیل جلد دوم 476 زیر آیت لا تنکحوا المشرکات)

ترجمہ: شیعہ سنی دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: امت میں سے جس نے مجھے لڑکی دی یا جس کو میں نے لڑکی دی وہ دوزخ میں ہرگز نہیں جائے گا کیوں کہ میں نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا تو اللہ نے اس کا مجھ سے وعدہ فرما لیا ہے۔

تنبیہ

ذکر کردہ دونوں احادیث سے یہ بات بالکل روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ خلفائے راشدین کا سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ایسا تعلق ہے جو دنیا و عقبی میں کبھی بھی ٹوٹ نہیں سکتا اور ٹوٹے بھی تو کیسے؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے دائمی ہونے کا اللہ سے سوال کیا اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے دور رکھنے کی عرض کی۔ جسے اللہ نے منظور کرتے ہوئے اس کا وعدہ فرمایا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ سائل، محبوب خدا ہوں اور وعدہ کرنے والا رب العالمین ہو تو ان حالات میں کوئی سوچ سکتا ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کوئی ایک ایسا بھی ہے جس سے اللہ اور اس کا محبوب ناراض ہوں اور اُس کی آخرت معاذاللہ برباد ہونے کا احتمال ہو۔ یہ روایت شیعہ سنی کی متفق علیہ ہے۔ اب اتنی وضاحت اور صراحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی خلفائے راشدین کے متعلق طعن و تشنیع کرتا ہے تو یقین جان لیجیے اس کی بدبختی میں کوئی شک نہیں اور دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت سے دوری اس کا مقدر بن چکی ہے۔

فصل دہم

اکابرین امت میں سے دو کا خواب کہ جن میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دوست اور ناجی دیکھا

خواب اول

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خواب، کتاب الروح

سعید بن ابی عروبة عن عمر بن عبدالعزیز رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابابکر و عمر جالسان عندهٔ فسلمت و جلست فبینا انا جالس اذ أتی بعلی و معاویة فادخلا بیتا و اجیف علیهما الباب و انا انظر فما کان باسرع من ان اخرج علی و هو یقول قضی لی رب الکعبة و ما کان باسرع من ان اخرج عماویة علی اثرہ و هو یقول غفرلی و رب الکعبة ۔ (کتاب الروح مصنفہ ابن قیم صفحہ 62 مطبوعہ بیروت المسئلہ الثالثہ)

ترجمہ: سعید بن ابی عروبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (خواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے پاس تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھے ہوئے یک دم حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا۔ ان دونوں حضرات کو داخل کر کے دروازہ کو بند کر دیا گیا۔ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو باہر لایا گیا۔ وہ فرما رہے تھے: رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ کر دیا گیا ہے اور کچھ ہی لمحے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باہر لایا گیا۔ آپ کہہ رہے تھے: رب کعبہ کی قسم! میری بخشش ہوگئی۔

تبصرہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی وہ ہے کہ جن کو خلفائے راشدین کے بعد خلافت راشدہ کا منصب امت نے اجماعی طور پر تسلیم کیا۔ آپ کی سیرت مبارکہ اور اخلاق فاضلہ پر بہت سی کتب تصنیف ہوئیں۔ ایسے جلیل القدر شخص کا خواب بھی بڑا اہم ہے اور پھر جب خواب کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے دیدار پر انوار سے ہے جس کے سچا ہونے پر متعدد احادیث وارد ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کرنے والا حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زیارت کر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس خواب کی سچائی یقینی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو کچھ دیکھا۔ اس کا آخری حصہ ہم سے تعلق ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جھگڑا ہوا لیکن یہ جھگڑا کسی ذاتی عداوت اور نفسانی اغراض کی خاطر نہ تھا بلکہ ایک اجتہادی غلطی کی وجہ

سے رونما ہوا۔ جنگ صفین کے بارے میں جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضی ؓ حق بجانب تھے اور حضرت امیر معاویہ ؓ سے اجتہادی خطاء ہوئی تھی لیکن خطاء اجتہادی پر شرع شریف میں مواخذہ نہیں، بلکہ اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس خواب کی روشنی میں جب یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کی خطاء معاف فرمادی اور حضور ﷺ نے دونوں حضرات سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمادیا تو اس کے بعد بھی اگر کوئی گستاخ حضرت امیر معاویہ ؓ پر زبانِ طعن و تشنیع دراز کرتا ہے تو ایسا کرنے والا دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نافرمان ہے اس کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد ہوگی۔

خواب دوم

از غوث وقت قبلہ عالم سندی و مرشدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ)

ایک دن بندہ مصنف حضرت کیلیانوالہ شریف میں حاضر تھا۔ رات گئے تک صرف چند علماء کرام حضرت قبلہ صاحب کے پاس حاضر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ ؓ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک عام صاحب کہنے لگے کہ سادات میں سے عوام تو کیا بعض پیران عظام بھی حضرت امیر معاویہ ؓ کے خلاف ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا: آپ لوگ شانِ امیر معاویہ کتب سے بیان کرتے ہیں اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں لیکن میں اپنی آپ بیتی اور خود پر وارد ہوئی بات بتلانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ایک دن دس بجے دن ایک آدمی سے میں نے دورانِ گفتگو کہا: امیر

معاویہ ؓ نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا۔ اس میں انہوں نے بڑی زیادتی کی۔ اتنا کہا اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ امیر معاویہ ؓ کی شان میں میں نے غلط الفاظ کہے ہیں اور معاً اس کے ساتھ میرا روحانی فیض بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزرا۔ جب رات پڑی اور میں سوگیا خواب میں پرانی بیٹھک شریف دیکھی۔ قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری ؒ نے تمام زندگی اسی بیٹھک شریف میں روحانی سلسلہ جاری رکھا اور یہیں وصال فرمایا۔ اچانک خواب میں ہی کسی نے بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کو دھکا دے کر کھولا تو اچانک حضور نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے پیچھے حضرت علی ؓ اور ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ ؓ تھے۔ تینوں حضرات اس طرح کھڑے تھے کہ حضور ﷺ کی دائیں طرف حضرت علی اور امیر معاویہ ؓ تھے۔ حضور ﷺ اور امیر معاویہ ؓ خاموش کھڑے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر اشارہ فرمایا:

''جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟''

آپ نے یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ میں نے معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد تک نہ تو حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری ؒ کی اور نہ ہی قبلہ والدی و مرشدی سرکار حضرت کیلیانوالہ کی زیارت نصیب ہوئی اور ہر قسم کا روحانی فیض بند رہا۔ یہاں تک کہ دوبارہ علی المرتضیٰ ؓ کی زیارت ہوئی اور آپ نے سینہ سے لگایا تو فیض کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ پھر یہاں تک اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور انعام و اکرام ہوا کہ انہی دنوں میں نے ایک خواب دیکھا کہ

ایک نہر جو بہت گہری بھی ہے اور کافی چوڑی بھی وہ پانی سے اس قدر بھری ہوئی بہہ رہی ہے کہ اس کا پانی کناروں سے نکل کر اردگرد اُگی گھاس پر بھی پھیلا ہوا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس نہر کو عبور کروں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیر محمد صاحب ؒ تشریف فرما ہوئے۔ اُن کا ارادہ بھی تھا کہ وہ بھی نہر کو عبور کریں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! میں تیرنا جانتا ہوں۔ آپ اگر میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں تو میں ان شاء اللہ آپ کو دوسرے کنارے تک لے جاؤں گا۔ تو آپ فرمانے لگے۔ بھائی! دیکھ لو پانی بہت گہرا ہے اور پھر اس کے ساتھ میرا بوجھ بھی تمہارے کندھوں پر ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ سرکار! آپ میرے کندھوں پر بیٹھئے تو سہی اور پھر دعا فرماتے رہیں۔ ان شاء اللہ بخیر و عافیت ہم دوسرے کنارے پر پہنچ جائیں گے۔ میری دوبارہ درخواست پر آپ تیار ہو گئے اور میرے کندھوں پر یُوں جلوہ فرما ہوئے کہ آپ کے دونوں پاؤں میرے سینہ پر لگے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے میرے سَر کو پکڑ لیا۔ میں بڑے آرام کے ساتھ کنارے سے نہر میں داخل ہوا اور پھر ہم تیرتے ہوئے بخیر و عافیت دوسرے کنارے پہنچ گئے۔

فقیر راقم الحروف اس خواب کا مطلب و مقصد اپنے طور پر یہ سمجھا۔ کہ آقائی و مولائی سید محمد باقر علی شاہ صاحب قدس سرہ کو جو مذکورہ مرتبہ و روحانی مقام نصیب ہوا۔ یہ سب کا سب اس تلافی و معافی کا نتیجہ ہے۔ جو سیدنا حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے شہنشاہ ولائت کی کرم نوازی سے حاصل ہوئی تھی۔ تو اس کا واضح معنیٰ یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ ؓ کے گستاخ کو شہنشاہ ولائت کی طرف سے کبھی روحانی فیض نہیں مل سکتا کہ جب تک سیدنا امیر معاویہ ؓ کی رضا حاصل نہ ہو تو جب روحانی فیوض و برکات شیر ربانی کی طرف سے آپ کے کندھوں پر ڈال کر آپ کے سپرد کر دیئے گئے تو فقیر کی

بھی تمنا ہے کہ آقائی و مولائی اس حقیر ناچیز کی گٹھڑی بھی اٹھالیں اور قیامت میں اپنے خدام کے ساتھ مجھے بھی شامل فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ اس فقیر پر تقصیر کو دنیا و آخرت میں آپ کی معیت اور روحانی فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے کیونکہ مذکورہ خواب اس طرف واضح اشارہ کر رہا ہے کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مورث اعلیٰ اور جد امجد جناب شیر ربانی ؒ کے روحانی فیوض و برکات کے آپ مرکز ہیں۔ جہاں سے ہر صاحب استعداد کو اپنی استعداد کے مطابق حصہ ملتا ہے اور ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام متوسلین کو ان فیوض برکات روحانیہ سے مشرف فرمائے۔ اٰمین ثم اٰمین

توضیح

قبلہ شیخ طریقت قدوۃ السالکین زاد اللہ برکاتہ و فیوضہ کے مندرجہ خواب سے درج ذیل چند اہم امور ثابت ہوتے ہیں:

① حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت علی ؓ کے مابین کوئی رنجش نہیں اور نہ تھی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے جناب امیر معاویہ ؓ کے لشکر کے مقتولین کو "شہید" کہا اور ان کے مرنے پر افسوس کا اظہار بھی فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے ہی فرمایا کہ میرا اور امیر معاویہ ؓ کا قرآن ایک ایمان ایک اور نبی بھی ایک ہی ہے نہ مجھے ان پر فضیلت اور نہ وہ مجھ پر فضیلت کے خواہاں ہیں۔ صرف بات یہ تھی کہ انہیں حضرت عثمان ؓ کے خون کا ہم پر شبہ ہوگیا تھا لیکن ہم اس سے بالکل بری تھے۔

② حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے قبلہ شیخ طریقت کو ڈانٹ پلائی کہ دیکھو جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا ہوا تھا یا تمہارا؟ جب میں اور معاویہ باہم شیر و شکر ہیں تو تمہیں

اس میں مداخلت کا حق کیوں کر ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان دو جملوں سے ثابت ہوا کہ جنگ صفین دراصل ایک اجتہادی خطاء کی وجہ سے ہوئی تھی۔ دونوں طرف سے اس پر اظہار افسوس کیا گیا۔ اسی لیے شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے ہمارے شیخ طریقت کو اپنا بیٹا ہونے کے ناطے کے سختی سے منع فرما دیا اور ڈانٹ پلانا یہ بتلاتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن ہرگز پسند نہیں۔

③ شیخ طریقت کی تنبیہ کے لیے خواب میں صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی تشریف لے آتے اور تنبیہ فرما دیتے تو کافی تھا لیکن خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی تشریف فرما ہونا اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ انہیں یہ بتانا چاہتے تھے کہ جنہیں تم اچھا نہیں سمجھتے اگر ایسے ہوتے تو نہ میں انہیں ساتھ لاتا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا آنا پسند فرماتے لہٰذا آپ کا اس انداز سے خواب دیکھنا دراصل اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں الزام تراشیاں کرنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ وہ کبھی بھی محب علی اور محب رسول نہیں ہو سکتا۔

④ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھی بھرے۔ پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے ناراض ہیں۔

⑤ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی فیض روحانی کے لیے سم قاتل ہے۔ جب منبع ولائت و مصدر فیوض و برکات ہی ناراض و رنجیدہ ہو جائے تو پھر ایمان کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ درجات بلندیاں نام کی بھی نہیں رہتیں۔ جب تک

اس کی تلافی نہ کرا لے۔ یہی وجہ ہے کہ قبلہ حضرت صاحب کا روحانی ارتقاء کچھ دیر کے لیے رُک گیا اور تلافی کے بعد پھر شروع ہو گیا۔ اس لیے اس خواب کے بعد قبلہ شیخ طریقت بارہا فرما چکے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ "ولی" نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ فرمان چونکہ آپ بیتی کا نتیجہ ہے لہٰذا مبنی بر حقیقت ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

شیخ طریقت آقائی ومولائی قدس سرہ کے رؤیا صادقہ کی بنا پر دو عدد روحانی، نورانی اور وجدانی جملے

قبلہ عالم نے مذکورہ خواب بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

جملہ اول

مولوی صاحب! لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قد شریف چھوٹا تھا لیکن میں نے اس کے خلاف دیکھا۔ جب میں نے اپنی غلطی کی تلافی کی درخواست کی اور مناسب روحانی سزا کے بعد معافی دینے کے لیے جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو آپ نے معافی کے بعد مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں آپ کے کندھوں تک بھی نہ پہنچ سکا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قد اقدس کے بارے میں قبلہ شیخ طریقت کا یہ مشاہدہ جہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قد میں قبلہ شیخ طریقت کا یہ مشاہدہ جہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قد شریف کا واضح بیان ہے وہیں قبلہ شیخ طریقت کے روحانی اور قرب کے مقام و مرتبہ کو بھی واضح کر رہا ہے۔ آپ کے

وسیلہ سے جو مریدین و متوسلین فیض یاب ہوتے ہیں۔ وہ فیض دراصل اسی منبع فیوض و برکات کا کچھ حصہ ہوتا ہے جو بقدر استطاعت ملتا ہے لیکن قبلہ عالم کو بلاواسطہ ملا ہے۔

جملہ دوم

نیز قبلہ نے فرمایا: مولوی صاحب! میں نے دنیا میں بڑے حسین و جمیل دیکھے لیکن جو حسن و جمال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دیکھا وہ بیان سے باہر ہے۔

نوٹ

قارئین کرام! آپ کو اس کتاب کے مقدمہ میں اس کی وجہ تصنیف کا علم ہو چکا ہوگا کہ یہ رسالہ قبلہ آقائی شیخ طریقت کے فرمان پر عمل کا ایک مظہر ہے حالانکہ اس سے قبل میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان اور آپ پر کیے گئے اعتراضات کے سلسلہ میں دو ضخیم جلدیں بنام ''دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ'' تحریر کر دی تھی اور دونوں کا مطالعہ حضور نے فرمایا بھی تھا۔ اس لیے دل میں خیال تھا کہ اس نئی فرمائش کی اب کیا ضرورت ہے اور آپ نے پنجابی میں مخصوص الفاظ ''مینوں بڑی سوڑ پئے گئی ہے'' سے اپنی رائے بلکہ اپنے حکم کا اظہار فرمایا تو میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کی یہ رائے نہیں بلکہ بذریعہ الہام و القاء ایسا کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ تبھی آپ زور دے کر ایک رسالہ لکھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ میں نے ہر حال تعمیل حکم کرتے ہوئے یہ چند اوراق سپرد قلم کر دیئے۔ جب میں مذکورہ خواب اور واقعہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ کے حکم کی دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ آپ کی نظر ظاہری حالات پر بھی تھی۔ جس سے یہ نظر آ رہا تھا کہ دن بدن دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑھ رہے ہیں اور میری دو ضخیم جلدیں پڑھنے کے لیے کافی وقت درکار ہے اور اس کے مضامین کچھ

عالمانہ انداز سے تحریر کیے گئے ہیں کہ جب تک پوری بحث کا مطالعہ نہیں کر لیا جاتا۔ بات مکمل سمجھ میں نہیں آتی تو آپ کا ارادہ تھا کہ ایک مختصر سی کتاب ہونی چاہئے جسے ایک دو گھنٹہ میں مکمل پڑھا جا سکے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں ان کا رد قرآن و حدیث اور ائمہ اہل بیت کے اقوال کی روشنی میں مختصر وقت میں ذہن نشین ہو جائے اور اس کے ساتھ آپ کی شان اور مقام معلوم ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ شیخ طریقت نے جو یہ فرمایا کہ میں نے بہت سے حسین و جمیل دیکھے لیکن حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا حسن و جمال والا کہیں نظر نہیں آیا اس ارشاد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبلہ شیخ طریقت کی محبت و عقیدت کا ایک سمندر موج زن ہے اور آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ کوئی سنی مسلمان اس محبت و عقیدت سے خالی نہ رہے۔ بلکہ ہر فرقہ کے لوگ اُن سے پیار کریں اور آپ کے خلاف کوئی بھی زبان سب وشتم دراز نہ کرے۔ آپ نے اس اپنی چاہت و محبت کی تکمیل کے لیے مجھے مستقل لیکن مختصر سا رسالہ لکھنے کا حکم دیا۔ حضور قبلہ عالم خود اس گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جو آلِ سادات کہلاتا ہے لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سے سادات سے تعلق رکھنے والے خواہ مولوی بھی کہلاتے ہوں یا نہ، وہ اس روحانی تعلق سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قبلہ حضور عالم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روحانی تعلق اور عقیدت و محبت کا بھرپور انداز میں مظاہرہ بھی فرمایا۔ تحریری طور پر بھی اور تقریری طور پر اس کی بھرپور تبلیغ فرمائی حتیٰ کہ قبلہ شیخ طریقت نے یہاں تک وصیت فرمادی ہے کہ کوئی شخص خواہ وہ میرے خاندان سے ہو یا مریدین و متعلقین میں سے ہو۔ اگر اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ذرہ

برابر بھی میل اور بدعقیدگی ہوئی تو اس کا اور میرا روحانی تعلق ختم ہے۔ اگر ایسا کہنے والا اور عقیدہ رکھنے والا میرے خاندان کا فرد ہے تو وہ میری سجادگی کا ہرگز ہرگز اہل نہیں ہو سکتا۔ اس وصیت نامہ کو میں نے اپنی اکثر تصانیف میں تحریر کیا ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی میری اولاد میں سے سجادہ نشین ہو بھی گیا اور پھر اس کی زبان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات سننے میں آئے تو موجود علماء کرام اور متوسلین خانقاہ کا یہ فرض ہو گا کہ ایسے سجادہ نشین کو ہٹا کر کسی صحیح العقیدہ کو سجادگی سپرد کی جائے۔ قابل غور یہ بات بھی ہے کہ پاکستان میں ایک مذہبی تنظیم "سپاہ صحابہ" بڑی شد و مد کے ساتھ مسلک شیعہ کی مخالفت کا دم بھرتی ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جواب دینے والی تنظیم کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ تقریری اور تحریری طور پر وہ کام نہ کر سکی۔ جو قبلہ عالم نے نام و نمود اور شور و غوغا کیے بغیر رافضیوں کے خلاف ایسا تحریری و تقریری جہاد کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہم خادمین و غلاموں پر قائم رکھے اور آپ کے فیوض و برکات سے ہمیں نوازتا رہے۔ آمین

تمت بالخیر

محمد علی عفا اللہ عنہ ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور
خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

"یہ رسالہ 22 ستمبر 1993ء سے شروع ہو کر بروز جمعۃ المبارک 6 اکتوبر 1993ء بروز بدھ مطابق 14 جمادی الثانی 1414ھ قبل از نماز صبح 5 بج کر چالیس منٹ پر یہ رسالہ اپنے اختتام کو پہنچا۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم اما بعد!

وصیت نامہ

قدوۃ السالکین، عمدۃ الواصلین، حجۃ الکاملین قبلہ عالم حضور الحاج حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کیلیانوالہ شریف وارث فیضان سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نے آج مورخہ 6 اگست 1993ء کو بعد نماز جمعہ شریف خصوصی خدام کی موجودگی میں اپنا یہ وصیت نامہ لکھوایا ہے۔ اس وقت موجود معتقدین میں حاجی محمد رفیق صاحب آف پنجن کسانہ، حاجی مشتاق احمد صاحب سرگودھا، محمد اشرف چوہان صاحب گجرات، حاجی علی نواز صاحب آف کوٹ خضری، جناب صوفی محمد صادق صاحب ہریکوٹی، میاں غلام غوث صاحب وریاہ، مولوی محمد زمان صاحب اور راقم الحروف محمد رفیق کیلانی بھی شامل ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس وصیت نامے پر نو جید علمائے کرام مشیر و گواہ کے طور پر بلوا کر دستخط کراؤں گا۔ جن میں استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نواز صاحب (احال مقیم گوجرانوالہ) مفتی آستانہ عالیہ شیخ الحدیث جناب علامہ حافظ محمد سعید صاحب نقشبندی مجددی آف علی پور چٹھہ، شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب آف حافظ آباد، مولانا صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب آف بھکھی۔ جناب مولانا ظہور احمد صاحب فاضل بریلی شریف آف سیہرے، مولانا حافظ محمد حنیف صاحب آف ڈنگہ، مولانا عبدالجلیل صاحب آف مانگٹ، مصنف کتب کثیرہ جناب مولانا حاجی محمد علی صاحب شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ

شیراز یہ بلال گنج لاہور، اور مولانا مفتی محمد حسین صاحب صدیقی آف گوجرانوالہ، شامل ہوں گے۔ آپ نے خود ہی اہتمام پر یہ وصیت نامہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ بلفظہٖ وصیت نامہ درج ذیل ہے:

① ''من کہ سید محمد باقر علی شاہ بخاری ابن اعلیٰ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ العزیز محض اس لیے یہ وصیت نامہ لکھوا رہا ہوں تاکہ مستقبل قریب اور بعید میں آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے جملہ امورِ تولیت، انتظام، سلسلۂ طریقت، نیز دربار شریف کے خزانہ، عرس گاہ کی زمین، لنگر خانہ، بیٹھک شریف، مسجدِ اعلیٰ حضرت اور مسجد شریف سے ملحقہ تمام حجروں کا انتظام مکمل طور پر اس وصیت میں واضح کر جاؤں تاکہ اگلی نسلیں اس وصیت پر عمل کر کے آستانہ عالیہ کے تقدس کو قائم رکھیں اور کبھی انتشار کی نوبت ہی نہ آئے۔

② ''میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے خلیفہ، جانشین اور سجادہ نشین صرف میرے لختِ جگر، نورِ نظر صاحبزادہ السید عظمت علی شاہ صاحب بخاری ہیں۔ ان کی خلافت اور سجادہ نشینی کی وصیت میں نے اس بنا پر صرف نہیں کی کہ وہ میرے صاحبزادے ہیں بلکہ یہ ان کی باطنی استعداد وصلاحیت کی وجہ سے کی ہے اور ان کی اس استعدادِ روحانی کی تصدیق میرے آقا و مولا، میرے قبلہ وکعبہ حضور پُرنور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیدائش سے قبل ہی فرما دی تھی۔ انہوں نے ان کی والدہ کو ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جو نعمت عطا فرمانے والا ہے وہ بڑی عظیم نعمت ہوگی جب ان کی پیدائش ہوگئی تو ان کی والدہ کو مزید تاکید فرمائی کہ اس بچے کو عام بچوں جیسا نہ سمجھنا اور کوشش کرنا کہ سوتے وقت اس کی طرف تمہاری پشت نہ ہو۔ چنانچہ ان کی والدہ بتاتی

ہیں کہ اگر کسی وقت ایامِ رضاعت میں سہواً بھی میری ان کی طرف پشت ہو جاتی تو مجھ پر خوف و ہیبت طاری ہو جاتی مجھے فوراً قبلہ عالم کا فرمان یاد آ جاتا اور میں ان کی طرف منہ کر لیتی۔ علاوہ ازیں حضور قبلہ والدی ماجدی رحمۃ اللہ علیہ نے جب مجھے دولتِ روحانیت سے نوازا تو فرمایا تھا کہ اگر تُو دین کا بیٹا بنا تو ٹھیک ہے اور اگر دنیا کا بیٹا بنا تو پھر ایسے بیٹوں کی مجھے ضرورت نہیں۔ حضور والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ واضح کر رہا ہے کہ آپ نے جو کچھ قبل ازیں صاحبزادہ السید عظمت علی شاہ صاحب کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا وہ دراصل میرے لیے ان کا حکم ہے کہ تمہارا جانشین اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ان کے متعلق سینکڑوں اور بھی امور ہیں جو میرے مشاہدہ میں آئے۔ لہٰذا ان کے کامل و اکمل ہونے کی وجہ سے میں نے انہیں اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روحانی اور جسمانی زندگی سے اپنی مخلوقات کو مستفیض و مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

③ میں وصیت کرتا ہوں کہ قطعہ اراضی تقریباً چھ کنال جہاں عرس شریف ہوتا ہے اور جس کے مغرب میں قبرستان، جنوب اور شمال اور مشرق میں کھیت واقع ہیں۔ یہ زمین میں نے علم دین کی تدریس اور عرس گاہ کے لیے عزیزم سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری کو ہبہ کر دی ہے میں وصیت کرتا ہوں کہ سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری، ان کے بعد ان کے بیٹے سید محمد حسین علی بخاری اور ان کے بعد نسل در نسل مقرر ہونے والے سجادہ نشین حضرات کے ہی زیر انتظام وزیر تصرف یہ جگہ اور اس پر تعمیر ہونے والا درس رہے گا۔ خاندان کے کسی فرد کو اس جگہ یا اس پر تعمیر ہونے والے کمروں یا صحن کو استعمال کرنے

کی اجازت کبھی نہ ہوگی۔ صرف اہلِ خاندان وقت کے سجادہ نشین کی اجازت سے شادی کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس جگہ کو استعمال کر سکیں گے۔ یہ جگہ محض اس لیے دربار شریف کے نام نہیں لگوائی گئی کہ کسی وقت محکمہ اوقاف میں دوبارہ شریف چلے جانے کی صورت میں سجادہ نشین صاحب کے پاس علم دین کی تدریس اور عرس شریف کرانے کے لیے مخصوص جگہ نہیں رہے گی۔ سالانہ عرس شریف کے موقع پر تین دن پہلے اور تین دن بعد تک شادی کے لیے بھی اس جگہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۴) حضرت اعلیٰ، میرے حضور مجدد عصر، حضور پرنور پیر کیلانی حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف کا خزانہ، آپ کی مسجد شریف، مسجد شریف کے تمام حجرے، لنگر خانہ اور بیٹھک شریف صرف اور صرف سجادہ نشین صاحب کے زیر انتظام وزیر تصرف رہیں گے۔ خاندان کے کسی فرد کو ان چیزوں میں بغیر سجادہ نشین کے حکم کے کسی قسم کے تصرف کی اجازت نہ ہو گی۔ امام وخطیب مسجد صرف سجادہ نشین مقرر کرے گا جو صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت سے ہوں گے۔ کسی زمانے میں کسی خطیب کو مسجد میں سیاسی تقریر کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ مسجد صرف اور صرف دین کے لیے استعمال ہوگی۔

(۵) میں وصیت کرتا ہوں کہ صرف اور صرف عقائد اہل سنت و جماعت ہی سچے ہیں۔ جنہیں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے مکتوبات شریف میں اور امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں تحریر فرمایا ہے، میرے عقائد کی تفصیل اسی آستانہ عالیہ کے خادم خاص مولانا محمد علی صاحب، مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کی

تصنیف "میزان الکتب" میں موجود ہے۔ مولانا موصوف نے میرے ہی حکم اور اجازت سے ردِ شیعیت میں سترہ عدد تصانیف فرمائیں میں نے ان کا حرف بحرف مطالعہ کیا۔ لہٰذا آستانہ عالیہ کے جملہ ارادتمندوں کے لیے ان عقائد کا پابند ہونا بہت ضروری ہے۔

(۶) میں وصیت کرتا ہوں کہ خدانخواستہ صدیوں بعد بھی کسی زمانے میں اگر کوئی سجادہ نشین عقائد اہل سنت و جماعت سے منکر ہو کر بدمذہب ہو جائے یا غیر شرعی حرکات شروع کر دے یا خلافِ آدابِ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ حرکات از قسم ڈھول ڈھمکا یا ساز سے گانا وغیرہ جیسے کام دربار شریف پر شروع کرے تو اس زمانے میں موجود اس سلسلہ عالیہ کے شیخ الحدیث حضرات اور علمائے کرام کو اختیار ہوگا کہ اسے سمجھائیں اگر مناسب سمجھیں تو آستانہ عالیہ مکان شریف اور آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے صلاح مشورہ کر لیں۔ اگر وہ نہ سمجھے تو اسے ہٹا دیں۔ اس سلسلے میں اُسے کسی عدالت سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ پھر اس کے بیٹے کی طرف رجوع کریں اور اگر اسے عقائد اہل سنت و جماعت پر پابند اور عمل پیرا سمجھیں تو اسے مسند پر بٹھا دیں۔ خدانخواستہ اگر وہ بھی بدمذہب ہو تو خدام اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سے جسے اہل سمجھیں اسے مسند پر بٹھا دیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل پاک و اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی بھی گستاخی، بے ادبی اور مخالفت کرنے والے کی نسبت نقشبندیہ مجددیہ فوراً سلب ہو جائے گی اور اس کا ہمارے سلسلہ عالیہ سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔ میرا مشاہدہ ہے کہ جو اہل بیت پاک و آل پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض کرتا ہے وہ خارجی ہو کر

مرتا ہے اور جو ازواجِ مطہرات امہات المومنین وتمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض یا بے ادبی کرتا ہے وہ ہمیشہ رافضی ہو کر مرتا ہے اللہ تعالیٰ ان ہستیوں کی بے ادبی کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آخری وصیت

میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے دنیا سے وصال کر جانے کے بعد کوئی بھی قریب وبعید کا رہنے والا میرا الگ عرس نہ منائے۔ بلکہ میرے آقا ومولا حضور پرنور میرے قبلہ وکعبہ حضور والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر دعا میں آپ کے اسم مبارک کے ساتھ ہی میرا نام بھی درج کر لیا کریں کیونکہ میں ایصال ثواب کا قائل ہوں اور میرے پاس طریقت اور اعمالِ صالحہ کی جو بھی دولت ہے یہ سب آپ کی ہی عطا کردہ ہے۔ لہٰذا میں یہی چاہتا ہوں کہ میری ہر بات انہی سے منسوب ہو میری کوئی نئی بات نہ ہو۔

میں تجھ میں سما جاؤں کہ میں، میں نہ رہوں
اور تو مجھ میں سما جائے کہ تو تو ہی رہے

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

والسلام

دعا گو سید محمد باقر علی شاہ
حضرت کیلیانوالہ شریف

ناشر: مکتبہ برہان القرآن مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
0321-4298570